محدث

# ماہنامہ محدث لاہور

شمارہ نمبر:249 | جلد33 ، شمارہ 6

جون ، 2001ء | ربیع الثانی ، 1422ھ

## ماہنامہ محدث کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی | مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ محدث کی ابتداء انڈیا سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والا ایک رسالہ جس کا نام محدث ہی تھا اسی کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ محدث کے ہی نام سے پاکستان میں عظیم اسکالر حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے اس کا اجراء کیا اور 1970 سے لے کر اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے۔ محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ ماہنامہ محدث ہر صاحب علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کے لیے تلوار بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

## اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب سے بالا تر ہو کر اسلام کی ابدی تعلیمات کو فروغ دینا

دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع کرنا

قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر کے اسلامی روح کو کمزور کرنے والے عناصر کی بیخ کنی کرنا

علوم جدیدہ سے بہرہ ور کر کے انسانی افکار کو ارتقاء تک لے جانا

اتباع قرآن وسنت کی طرف والہانہ دعوت دینا

وحدت امت کو قائم رکھتے ہوئے سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار کرنا

اور

صحابہؓ، تابعینؒ، محدثینؒ اور تمام آئمہ کرامؒ سے محبت کے جذبات کو پروان چڑھانا اس علمی وفکری مجلّے کا شعار ہے

یقینی طور پر ماہنامہ محدث علمی، تحقیقی، معلوماتی اور انتہائی شائستہ زبان رکھنے والے مضامین کا ایک حسین امتزاج ہے

## اہم اعلان

**معزز قارئین کرام!** کتاب وسنت ڈاٹ کام پر آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ کے لیے مہیا کیے جانے والے تمام یونی کوڈ رسائل وجرائد چونکہ سوفٹ ویئر کی مدد سے ان پیج سے یونی کوڈ میں تبدیل کیے جاتے ہیں لہذا ان میں اغلاط کا امکان بہرحال موجود ہے۔ یونی کوڈ فارمیٹ میں مہیا کرنے کا بنیادی مقصد سرچنگ میں سہولت پیدا کرنا ہے۔ لہذا آپ سے التماس ہے کہ برائے مہربانی غلطیوں سے محفوظ مواد کے حصول کے لیے پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں موجود فائلز کو ڈاؤن لوڈ کیجیے۔ نیز نوٹ فرمالیں کہ پی ڈی ایف (PDF) اور (Word) فائلز میں کسی بھی قسم کے اختلاف کی صورت میں ہمارے نزدیک (PDF) فائلز کو ترجیح ہوگی۔


## گھر بیٹھے محدث وصول کیجئے

**معزز قارئین کرام!** گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں:

فی شمارہ: 20روپے　　زرسالانہ: 200روپے　　بیرون ملک: 20ڈالرسالانہ

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ 200روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں

**ایڈریس:** ماہنامہ محدث 99 جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

**فون نمبرز: 042-5866476,5866396,0321-4340803**

**نوٹ:** برائے مہربانی ویب سائٹ کے ذریعے محدث آرڈر کرنے والے احباب ویب سائٹ کا حوالہ ضرور لکھیں۔ شکریہ

مزید تفصیلات کے لیے webmaster@KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.Mohaddis.com

magazine.mohaddis.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

مولانا ابوالکلام آزاد

# ربیع الاول اور جشن تذکارِ ولادت نبوی ﷺ

آن راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ ست
بردار تواں گفت ، بہ منبر نہ تراں گفت!

عزیزانِ ملت! ماہِ ربیع الاول کا ورود تمہارے لئے ایک پیغامِ عام ہوتا ہے۔ کیونکہ تم کو یاد آ جاتا ہے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ہفتوں میں خدا کی رحمتِ عامہ کا دنیا میں ظہور ہوا، اور اسلام کے داعی برحق کی پیدائش سے دنیا کی دائمی غمگینیاں اور سرگشتگیاں ختم کی گئیں۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم!

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور ہو جاتے ہو، تمہارے اندر رسولِ برحق کی محبت و شیفتگی ایک بے خودانہ جوشِ محویت پیدا کر دیتی ہے۔ تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد میں، اسی کے تذکرہ میں، اور اسی کی محبت کے لذت و سرور میں بسر کرنا چاہتے ہو۔

پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنی محبت و شیفتگی کے لئے رب السماوات والارض کے محبوب کو چنا! اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمۃ للعالمین ﷺ کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں!......انہوں نے اپنی محبت و شیفتگی کے لئے اس کی محبوبیت کو دیکھا جس کو خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا، اور ان کی زبانوں نے اس کی مدح و ثنا کی جس کی مدح و ثنا میں خود خدا کی زبان، اس کے ملائکہ اور قدوسیوں کی زبان اور کائناتِ ارضی کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان، ان کی شریک و ہم نوا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلاَئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (احزاب:۵۶)

## کائناتِ ہستی کی محبوبیتِ اعلیٰ

بلاشبہ محبتِ نبوی کے یہ پاک ولولے اور یہ مخلصانہ ذوق و شوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو، کم ہے۔ تمہارا یہ حب ِالٰہی ہے، تمہاری یہ محبتِ ربانی ہے، تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور راست بازی کا سرچشمہ ہے، تم اس وجودِ مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ہو جس کو تمام کائناتِ انسانی میں سے تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کے لئے چن لیا، اور محبوبیتِ عالم کا خلعتِ اعلیٰ صرف اسی کے وجودِ اقدس پر راست آیا، کرۂ ارضی کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو لکھی جاسکتی ہے، زیادہ سے زیادہ محبت جو کی جاسکتی ہے،

magazine.mohaddis.com



اعلیٰ سے اعلیٰ مدح وثنا جو کی جاسکتی ہے، غرض کہ انسان کی زبان انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی اور کرسکتی ہے، وہ سب کا سب صرف اسی ایک انسانِ کامل واکمل کے لئے ہے، اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں!!

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

وللہ درما قال :

عباراتنا شتی وحسنك واحد
وكل إلى ذاك الجمال يشير!

خدا کی اُلوہیت وربوبیت جس طرح وحدہٗ لاشریک ہے کہ کوئی ہستی اس کی شریک نہیں، اسی طرح اس انسانِ کامل کی انسانیتِ اعلیٰ اور عبدیتِ کبریٰ بھی یکتا ومنفرد ہے کیونکہ اس کی انسانیت وعبدیت میں کوئی اس کا ساجھا نہیں، اور اس کے حسن وجمالِ فردانیت کا کوئی مساوی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا، وہاں ان سب کو ان کے ناموں سے پکارا ہے، اور ان کے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے تو ان کے ناموں کے ساتھ کیا ہے۔لیکن اس انسانِ کامل، اس فردِ اکمل کا اکثر مقامات میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اس کا نام لیا گیا، نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا، بلکہ صرف 'عبدٗ کے لفظ سے اس کے پروردگار نے اسے یاد فرمایا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی﴾
''کیا پاک ہے وہ خداوندِ قدوس جس نے ایک رات اپنے 'عبدٗ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی'' (الاسراء:۱)

سورۂ جن میں فرمایا: ﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا﴾
''اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کے لئے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے، تو کفار اس کو اس طرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اس پر آگریں گے۔'' (آیت ۱۹)

سورۂ کہف کو اس آیت سے شروع کیا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ﴾
''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے 'عبدٗ پر کتاب اتاری۔'' (الکہف:۱)

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ہے ﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهِ لِیَكُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾
''کیا ہی پاک ذات ہے اس کی جس نے 'الفرقان' اپنے 'عبدٗ پر اتارا تاکہ وہ تمام عالم کے لئے ڈرانے والا ہو۔'' (الفرقان:۱)

اسی طرح سورۂ نجم:۱۰ میں کہا: ﴿فَأَوْحٰی إِلٰی 'عَبْدِهٖ' مَا أَوْحٰی﴾ حدید:۳۳ میں کہا: ﴿یُنَزِّلُ عَلٰی "عَبْدِهٖ" آیَاتٍ﴾ پس ان تمام مقامات میں آپ کا اسم گرامی نہیں لیا، بلکہ اس کی جگہ صرف 'عبدٗ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



فرمایا۔ حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر 'عبدٌ' کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی تصریح بھی کردی ہے۔ سورۂ مریم:۲ میں حضرت زکریاؑ کے لئے فرمایا: ﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا﴾ سورہ صٓ:۱۷ میں کہا: ﴿واذكر عبدنا داود﴾ نیز ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوبَ﴾ (صٓ:۴۱)

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصودِ الٰہی تھا کہ اس وجودِ گرامی کی عبدیت اور بندگی اس درجہ آخری و مرتبہ قصویٰ تک پہنچ چکی ہے جو انسانیت کی انتہا ہے، اور جس میں اور کوئی 'عبدٌ' اس عبدِ کامل کے مساوی نہیں۔ پس عبدیت کا فردِ کامل وہی ہے اور اس لئے بغیر اضافت و نسبت کے صرف 'عبدٌ' کا لقب اس کو ناموں اور علموں کی طرح پہنچوا دیتا ہے۔ کیونکہ تمام کائناتِ ہستی میں اس کا سا اور کوئی عبد نہیں!

پس یہ وہ تھا کہ اس کی صفات کا یہ حال ہے۔ اس کی محبت و محبوبیت کا خود رب السماوات والارض نے اعلان کیا، اور اس کی رحمت کو اپنی ربوبیت کی طرح تمام عالمین پر محیط کردیا، اور اس کی رحمت کو صفاتِ رافت و رحمت سے متصف فرمایا۔ اس کو تمام قرآنِ حکیم میں کبھی بھی نام لے کر نہ پکارا، بلکہ کبھی صداے عزت سے نوازا کہ ﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ اور کبھی طریق محبت سے پکارا کہ ﴿يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ!﴾ اس کے وجود کی عزت و عظمت کو اپنی عزت کی طرح اپنے بندوں پر فرض کردیا، اور جابجا حکم دیا کہ ﴿تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ (الفتح:۹) ''اس کی عزت کرو اور اس کی توقیر بجالاؤ'' پھر وہ کہ اس کی محبوبیتوں اور عظمتوں کا یہ حال تھا کہ اس کا وجودِ مقدس و اطہر تو بڑی چیز ہے، وہ جس آبادی میں بسا اور جس شہر کی گلیوں میں چلا پھرا، اس کی عزت کو بھی خداے زمین و آسمان نے تمام عالم میں نمایاں کیا: ﴿لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ (البلد:۱،۲) ''ہم مکہ کی قسم کھاتے ہیں، اس لئے کہ تیرا وجود اس کی سرزمین میں رہا اور بسا ہے۔''

ومن مذهبی حب الدیار لأهلها
وللناس فیما یعشقون مذاهب

## جشن حصول و ماتم ضیاع

لیکن جبکہ تم اس ماہِ مبارک میں یہ سب کچھ کرتے ہو، اور اس ماہ کے واقعہ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو، تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جس کے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہوسکتی؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لئے تم سروسامان جشن کرتے ہو؟ یہ کون تھا جس کے دنیا میں آنے پر تمہارے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیغام ملا؟

اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے مسرت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینے میں وہ آیا جس نے تم کو عالمگیر پیام دیا تھا، تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں افسوس نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا، وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا۔ اس لئے اگر یہ ماہ ایک طرف محسن کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہوجانا چاہئے

ما خانہ زمید کان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اُجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو، مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈ ھتے؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، مگر تمہارے اعمالِ حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے، تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو، مگر تمہاری غفلت، کہ تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشامِ روح یکسر محروم ہے!

کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرّہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاول کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہارے دل کی بستی نہ اُجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا اور تمہاری زبانوں سے نہیں، مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اُسوۂ حسنہ نبوی کی مدح وثنا کے ترانے اُٹھتے: ﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِىْ الصُّدُوْرِ﴾

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ، تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے !

پھر وہ قوم، اور صدا......اس قوم کی عظمت و نادانی، جس کے لئے ہر جشن ومسرت میں پیامِ ماتم ہے، اور جس کی حیات قومی کا ہر قہقہہ عیش فغاں حسرت ہوگیا ہے، مگر نہ تو ماضی کی عظمتوں میں اس کے لئے کوئی منظر عبرت ہے، نہ حال کے واقعات وحوادث میں کوئی پیامِ تنبہ و ہوشیاری ہے، اور نہ مستقبل کی تاریکیوں میں زندگی کی کسی روشنی کو اپنے سامنے رکھتی ہے۔ اسے اپنی کام جوئیوں اور جشن ومسرت کی بزم آرائیوں سے مہلت نہیں، حالانکہ اس کے جشن وطرب کے ہر ورود میں ایک نہ ایک پیامِ ماتم وعبرت بھی رکھ دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں، کان سنیں اور دل کی دانائی غفلت وسرشاری نے چھین نہ لی ہو: ﴿إِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ (قٓ:٣٧)

## ظہور ومقصدِ ظہور

ماہِ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لئے مسرت کا پیام اس لئے تھا کہ اسی مہینے میں خدا کا وہ فرمانِ رحمت دنیا میں آیا جس کے ظہور نے دنیا کی شقاوت وحرمانی کا موسم بدل دیا، ظلم وطغیان اور فساد وعصیان کی

magazine.mohaddis.com



تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا، انسانی اُخوت ومساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کردیا، اور کلمہ کفر وضلالت کی جگہ کلمہ حق وعدالت کی بادشاہت کا اعلانِ عام ہوا۔لیکن دنیا شقاوت وحرمانی کے درد سے پھر دکھیا ہوگئی، انسانی شروفساد اور ظلم وطغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے پھیل گئی۔سچائی اور راست بازی کی کھیتیوں نے پامالی پائی اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔خدا کی وہ زمین جو صرف خدا ہی کے لئے تھی، غیروں کو دے دی گئی اور اس کے کلمہ حق وعدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اس کی سطح خالی ہوگئی:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم:۴۱)

''زمین کی خشکی اور تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا۔''

پھر تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، پر اس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہوگئے ہو، اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا، اس کے لئے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور چبھن نہیں.....؟

یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کی خزانِ ضلالت ختم ہوئی، اور کلمہ حق کا موسم ربیع شروع ہوا، پھر اگر آج دنیا کی عدالت سمومِ ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے.....!!

## منور شریعت

اس موسم کی خوشیاں اس لئے تھیں کہ اسی میں اللہ کی عدالت کی وہ 'پرنور شریعت' کوہِ فاران پر نمودار ہوئی جس کی سعیر کی چوٹیوں پر صاحبِ تورات کو خبر دی گئی تھی، اور جو مظلومی کے آنسو بہائے، مسکینی کی آہیں نکالنے، ذلت و نامرادی سے ٹھکرائے جانے کے لئے دنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اس لئے آئی تھی تاکہ اعداءِ حق وعدالت ناکامی کے آنسو بہائیں، دشمنانِ الٰہی مسکینی کے لئے چھوڑ دیئے جائیں، ضلالت و شقاوت، نامرادی و ناکامی کی ذلت سے ٹھکرائی جائے، اور سچائی و راستی کا عرش عظمت و اجلال نصرتِ الٰہی کی کامرانیوں اور اقبال و فیروزی کی فتح مندیوں کے ساتھ تمام کائناتِ ارضی میں اپنی جبروتیت وقدوسیت کا اعلان کرے۔پس وہ اللہ کے ہاتھ کی چمکائی ہوئی ایک تلوار تھی جس کی ہیبت وقہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمہ حق کی بادشاہت اور دائمی فتح کی دنیا کو بشارت سنائی:

﴿هُوَالَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (التوبہ:۳۳) ''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کی سعادت کے قیام اور ضلالت کی مقہوریت کے لئے دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کردے، پس اس کی حقانیت کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے۔اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



بہت ہی شاق گزرے۔''

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھ تھا، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی، وہ مسکینی کی بیقراری نہ تھی، بلکہ دنیا کو بیقرار کرنے والوں نے اس سے بیقراری پائی، وہ درد وکرب کی کروٹ نہ تھی، بلکہ دردوکرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا۔وہ جو کچھ لایا اس میں غمگینی کی چیخ نہ تھی، ماتم کی آہ نہ تھی، ناتوانی کی بے بسی نہ تھی،اورحسرت ومایوسی کا آنسو نہ تھا، بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا،جشن ومراد کی بشارت تھی، کامیابی وعیش فرمائی کی بہار تھی، طاقت اور فرمان فرمائی کا اِقبال تھا، امید اور یقین کا خندہ عیش تھا، زندگی اور فیرومندی کا پیکر وتمثال تھا، فتح مندی کی ہمیشگی تھی اور نصرت وکامرانی دائمی:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيَاؤُكُمْ فِيْ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَاتَدَّعُوْنَ﴾ (فصلت:۳۰)

''اللہ کے وہ صالح بندے جنہوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں، پھر ساتھ ہی اس پر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا، سو وہ لوگ ہیں کہ کامرانی وفتح مندی کے لئے خدا نے ان کو چن لیا ہے وہ اپنے ملائکہ نصرت کو ان پر بھیجتا ہے جو ہردم پیام شادمانی وکامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لئے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔ دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرت وحمایت سے فتح مند وکامیاب ہوگے اور آخرت میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد، اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لئے ہیں،تم جونعمت چاہوگے تمہیں ملے گی اور جس چیز کو پکارو گے پاؤ گے۔''

## لاتھنوا ولا تحزنوا

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا، اس نے کہا کہ غم اور ناکامی ان کے لئے ہونی چاہئے جن کے پاس کامیابی ونصرت بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے، پر جنہوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کرکے صرف خدا ے قدوس کے ساتھ وفاداری کی اور اس ذات کو اپنا دوست بنالیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، تو وہ کیونکر غمگینی پاسکتے ہیں، اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اس کی زمین میں کون ہے جو دشمنی کرسکتا ہے؟

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا، وَأَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَامَوْلٰى لَهُمْ﴾ (محمد:۱۱)

''اس لئے کہ اللہ مؤمنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اس سے انکار کیا''

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمہ حق وعدل کی خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا، وہ کسی سے نہیں ڈر سکتے، البتہ ان کی ہیبت وقہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہئے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ، وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران: ۱۷۵)
''دشمنانِ حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مؤمن ہو''

دنیا میں متضاد سے متضاد اَجزا باہم جمع ہوسکتے ہیں۔ آگ اور پانی ممکن ہے کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں شیر اور بکری ہوسکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں، لیکن خدا پر 'ایمان' اور 'انسان کا خوف' یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں، اور اگر ایک بدبخت ایمانِ الٰہی کا دعویٰ کر کے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے، تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھک کر آجاتے ہیں، تاکہ دوڑنے والوں کے لئے ٹھوکر بنیں، کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے

﴿لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران: ۱۳۹)
''نہ ہراساں ہو اور نہ غمگین ہو، اگر تم سچے مؤمن ہو تو سب پر غالب آنے والے ہو۔''

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (یونس: ۶۲)
''یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اس کے چاہنے والے ہیں، ان کے لئے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''

## استبدالِ نعمت

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، تو تمہارا کیا حال ہے؟ وہ تمہاری دولت کہاں ہے جو تمہیں دی گئی تھی؟ وہ تمہاری نعمتِ کامرانی کدھر گئی جو تمہیں سونپی گئی تھی؟ وہ تمہاری روحِ حیات کیوں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی، جو تم میں پھونکی گئی تھی؟ تمہارا خدا تم سے کیوں روٹھ گیا؟ اور تمہارے آقا نے کیوں تم کو صرف اپنی ہی غلامی کے لئے نہ رکھا؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لئے ہے اور اس دولت کا اب زمین پر تمہارے سوا کوئی وارث نہیں؟

﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (المنافقون ۸)
''عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے، اور مؤمنوں کے لئے، لیکن جن کے دل نفاق سے کھوئے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔''

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کے لئے چھوڑ دیئے گئے ہو، اور عزت نے تم سے منہ چھپالیا ہے؟ کیا خدا کا وعدہ نصرت تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (روم: ۴۷)
''مسلمانوں کو نصرت و فتح دینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ ہم غیروں کو فتح یاب کریں اور مؤمن ناکام رہ جائیں۔''

پھر یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے اور ان کے حکموں کے آگے گرنا جانتے ہو، خدا کے وعدہ لا یخلف المیعاد کے لئے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے؟ نہ تو

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اس کا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا، مگر تم ہی ہو۔ تمہاری ہی محرومی و بے وفائی ہے، تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے جس نے اپنے پیمانِ وفا کو توڑا، اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بداعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْدِ﴾ (انفال:۵۳)

''اس لئے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا، جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی نہ کردے اور وہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے کہ ان کو بغیر جرم کے سزا دے۔''

خدا اب بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف تمہارے ہی لئے ہے، بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کے لئے ہوجاؤ ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ، يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

''اگر تم خدا کے کلمہ حق کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کردے گا۔''

## یادگارِ حریت

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعویٰ رکھتے ہو، اور مجلسیں منعقد کر کے اس کی مدح وثنا کی صدائیں بلند کرتے ہو، لیکن تمہیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جس کی یاد کا تمہاری زبان دعویٰ کرتی ہے، اس کی فراموشی کے لئے تمہارا ہر عمل گواہ ہے؟ اور جس کی مدح وثنا میں تمہاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں، اس کی عزت کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے؟ وہ (ﷺ) دنیا میں اس لئے آیا تھا تاکہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراطِ مستقیم پر چلائے، اور غلامی کی ان تمام زنجیروں سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دے جن کے بڑے بڑے بوجھل حلقے انہوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لئے تھے

﴿يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلَالَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (اعراف:۱۵۷)

''(پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ) گرفتاریوں (اور بندشوں) سے انسان کو نجات دلا دے، اور غلامی (کے جو طوق انہوں نے اپنی گردنوں میں پہن رکھے ہیں، ان) کے بوجھ سے رہائی بخشے۔''

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ہی کی ہے اور حکم وفرمان صرف ایک ہی کے لئے سزاوار ہے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ ''حکم وطاقت کسی کے لئے نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لئے۔''

اس نے سب سے پہلے انسان کو اس کی چھنی ہوئی آزادی وحریت واپس دلائی اور کہا کہ مؤمن نہ تو بادشاہوں کی غلامی کے لئے ہے، نہ کاہنوں کی اطاعت کے لئے، نہ کسی اور انسانی طاقت کے آگے جھکنے کے لئے، بلکہ اس کے سر کے لئے ایک ہی چوکھٹ، اس کے دل کے لئے ایک ہی عشق، اس کے پاؤں کے لئے ایک ہی زنجیر، اور اس کی گردن کے لئے ایک ہی طوقِ اطاعت ہے۔ وہ جھکتا ہے تو اسی کے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



آ گے، روتا ہے تو اسی کے لئے، اعتماد کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اسی کی ہیبت سے، امید کرتا ہے تو اسی کی رحمت پر، وہ ایسا نہیں ہے کہ انسانوں کو بھی اپنی ہیبت اور قہاریت کی صفت بخشے

﴿أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ؟ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا أَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ، إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (یوسف:۴۰)

مفہوم: پرستش اور غلامی کے لئے کئی ایک معبود بنا لینا اچھا یا ایک ہی خدائے واحد وقہار کا ہو رہنا، یہ جو تم نے اپنی بندگی کے لئے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ہیں، تو بتلاؤ؟ ان کی ہستی بجز اس کے کیا ہے کہ چند وہم ساز نام ہیں جو تم نے اور تمہارے بڑوں نے اپنی گمراہی سے گڑھ لئے اور مدت کی ضلالت، رسم پرستی نے ان کے اندر مصنوعی ہیبت ومرعوبیت پیدا کردی، حالانکہ خدا نے نہ تو ان کے اندر کوئی طاقت رکھی اور نہ ان کی معبودیت ومحبوبیت کے لئے کوئی حکم اتارا۔ یقین کرو کہ تمہاری غلام کے یہ تمام مصنوعی بت کچھ بھی نہیں ہیں۔ حکم وسلطانی دنیا میں نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لئے، اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسی کی۔ یہی انسان کی فطرتِ صالحہ کی راہ ہے اور اس لئے یہی دین قیم ہے۔

اور دیکھو کہ اس نے انسان کی حریتِ صادقہ اور آزادیٔ حق کو کس طرح مثالوں کی دانائی میں سمجھایا:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا: عَبْداً مَمْلُوْكًا لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ، وَمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا، فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ، هَلْ يَسْتَوٗنَ؟﴾ (النحل:۷۵)

مفہوم: اللہ ایک مثال دیتا ہے، یوں فرض کرو کہ ایک شخص ہے جو کسی دوسرے انسان کا غلام ہے۔ خود اسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ وہ اپنی کسی چیز پر باوجود یکہ اسی کی ہے، کچھ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ہے۔ مگر اس کے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد وخود مختار انسان ہے جس پر کسی انسان کی حکومت نہیں، اسے اپنی ہر چیز پر قدرت واختیار حاصل ہے، اور جو کچھ خدا نے دیا ہے، وہ اسے ظاہر وپوشیدہ، جس طرح چاہتا ہے بے دھڑک خرچ کرتا ہے، تو کیا یہ دونوں آدمی ایک ہی طرح کے ہوئے؟ کیا دونوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں؟ اگر فرق ہے تو پھر وہ کہ اس کا مالک صرف خدا ہی ہے، اور وہ کہ اس کے گلے میں انسانوں کی اطاعت کے طوق پڑے ہوئے ہیں، دونوں ایک طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینہ دنیا کے لئے خوشی ومسرت کا مہینہ تھا، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان ﷺ آیا جس نے مسلمانوں کو ان کی سب سے بڑی نعمت یعنی خدا کی بندگی اور انسانوں کی آقائی عطا فرمائی اور اس کو اللہ کی خلافت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک ومحترم امانت ٹھہرایا۔ پس ربیع الاوّل انسانی حریت کی پیدائش کا مہینہ ہے، غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے، خلافتِ الٰہی کی بخشش کا اولین یوم ہے، وراثتِ ارضی کی تقسیم کا اوّلین اعلان ہے۔ اسی ماہ میں کلمہ حق وعدل

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



زندہ ہوا اور اسی میں کلمہ ظلم وفساد اور کفر وضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔

تم کہ اس ماہ حریت کے ورود کی خوشیاں مناتے ہو، اور اس کے لئے ایسی تیاریاں کرتے ہو، گویا وہ تمہارے ہی لئے اور تمہاری ہی خوشیوں کے لئے آیا ہے، خدارا مجھے بتلاؤ کہ تمہیں اس پاک اور مقدس یادگار کی خوشی منانے کا کیا حق ہے؟ کیا موت اور ہلاکی کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور روح کا اپنے کو ساتھی بنائے؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کی عقلیں نہ ہنسیں گی اگر وہ زندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اندر دنیا کے لئے بڑی ہی خوشی ہے، لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کی طرح خوشیاں منائے.....؟

پھر اے غفلت کی ہستیو، اور اے بے خبری کی سرگشتہ خراب روحو! تم کس منہ سے اس کی پیدائش کی خوشیاں مناتے ہو جو حریتِ انسانی کی بخشش، حیاتِ روحی ومعنوی کے عطیہ، اور کامرانی و فیروز مندی کی خسروی وملوکی کے لئے آیا تھا؟ اللہ اللہ! غفلت کی نیرنگی اور انقلاب کی بوقلمونی! ماسوی اللہ کی عبودیت کی زنجیریں پاؤں میں ہیں، انسانوں کی مملوکیت ومرعوبیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالی، اور اعمالِ حقہ وحسنہ کی روشنی سے روح محروم! ان سامانوں اور تیاریوں کے ساتھ تم مستعد ہوئے ہو کہ ربیع الاول کے آنے والے کی یاد کا جشن مناؤ، جس کا آنا خدا کی عبودیت کی فتح، غیر الٰہی عبودیت کی ہلاکت، حریتِ صادقہ کا اعلانِ حق، عدالتِ حقہ کی ملوکیت کی بشارت، اور امتِ عادلہ وقائمہ کے تمکن وقیام کی بنیاد تھا! ﴿فَمَا لِهٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾.....!! (النساء:۷۸)

پس اے غفلت شعارانِ ملت! تمہاری غفلت پر صدفغاں وحسرت، اور تمہاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ و بکا، اگر تم اس ماہِ مبارک کی اصلی عظمت وحقیقت سے بے خبر رہو اور صرف زبانوں کے ترانوں، درودیوار کی آرائشوں، اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اس کے مقصد و یادگاری کو گم کردو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ماہِ مبارک امتِ مسلمہ کی بنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی بادشاہت کے قیام کا اولین اعلان، خلافتِ ارضی و وراثتِ الٰہی کی بخشش کا سب سے پہلا مہینہ ہے۔ پس اس کے آنے کی خوشی اور اس کے تذکرہ و یاد کی لذت ہر اس شخص کی روح پر حرام ہے جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الٰہی کی تعمیل واطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کی پیروی وتاسی کے لئے کوئی نمونہ نہیں رکھتا

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِيَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهُ، أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأُوْلٰئِكَ هُمْ أُوْلُوْا الْاَلْبَابِ﴾

''لہٰذا میرے ان بندوں کو بشارت دے دیجئے جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں، پھر اس کے بہترین پہلو کی اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہوں نے اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی اہل عقل ہیں۔''

[شائع شدہ ہفت روزہ البلاغ کلکتہ..... ۱۴/ جنوری ۱۹۱۶ء .....جلد ۱، عدد ۶، ۷، ۸]

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کتاب وحکمت

افادات: حافظ ابن قیم جوزیؒ
تحریر: مولانا عبدالغفار حسن

# تفسیر سورۃ العادیات

﴿ وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا، فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا، فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا، فَأَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا، فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ، اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ، وَّاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ..... ﴾ ''قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپتے ہوئے اور آگ نکالنے والوں کی ٹاپ مارتے ہوئے اور حملہ کرنے والے صبح کے وقت، پھر اُڑایا صبح کے وقت غبار اور پھر اس غبار کے ساتھ لشکر کے بیچ میں گھس گئے۔ بے شک انسان اپنے رب کا سخت ناشکرا ہے اور وہ مال کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔ کیا وہ جانتا نہیں جب قبروں سے سب کچھ نکال باہر کیا جائے گا۔ اور جو کچھ سینوں میں (راز) ہیں، انہیں ظاہر کر دیا جائے گا.....''

اس بارے میں اختلاف ہے کہ 'عادیات' سے مراد گھوڑے ہیں یا اونٹ۔ حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ اور محمد بن کعبؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ اس سے مراد حاجیوں کے اُونٹ ہیں جو عرفہ سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منیٰ دوڑتے پھرتے ہیں۔ ابن عباسؓ، حسنؒ اور فراء کے نزدیک اس سے مجاہدین کے گھوڑے مراد ہیں۔ دوسرا قول درج ذیل چند وجوہ کی بنا پر صحیح ہے:

(۱) ضَبْح: لغت میں گھوڑے کے ہانپنے کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب تیز رفتاری اور دوڑ کی وجہ سے گھوڑے کا سانس پھول جاتا ہے اور ایک قسم کی آواز اس کے سینے سے نکلتی ہوئی سنی جاتی ہے۔ یہ آواز صہیل، حمحمہ (ہنہنانے) کے علاوہ ہے۔

(۲) ﴿فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا﴾: ٹاپو سے آگ نکالنا بھی گھوڑے کے ساتھ خاص ہے۔ اونٹ کے قدم اپنی نرمی اور ڈھیلے پن کی بنا پر دوڑتے ہوئے آگ نکال ہی نہیں سکتے۔

(۳) تیز روی میں گھوڑوں سے غبار زیادہ اُڑتا ہے۔

اَثَرْنَ بِهٖ: بہ کی ضمیر (Pronoun) سے مراد وہ مکان ہے جس میں گھوڑے دوڑتے ہیں۔ یہ غبار زیادہ تر اس وقت اُڑتا ہے جبکہ گھوڑے دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے درمیان میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس وقت حرکت و جولانی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ گھوڑوں سے مراد لڑنے والے گھوڑے ہیں جن کو عرب اپنی لڑائیوں میں استعمال کرتے تھے۔ خاص مجاہدین کے گھوڑے بطورِ مثال کے یہاں بیان کئے جاسکتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

magazine.mohaddis.com



بلکہ مجاہدین کی سواریاں اپنے شرف وفضل کی بنا پر 'العادیات' کے مصداق بننے کی زیادہ مستحق ہیں۔ سلسلہ قسم میں گھوڑے کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ اس جانور کی پیدائش بھی اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیوں میں سے ہے۔ اس کے ذریعہ سے عزت ونصرت اور فتح وکامرانی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تیز رفتاری سے انسان اپنے مطلوب کو حاصل کرلیتا ہے۔ دشمنوں پر قابو پالیتا اور جنگوں میں اس سے خوب کام لیتا ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ اونٹوں کا ذکر بطورِ نعمت کیا گیا ہے کہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک تمہارے سامان کو لئے پھرتے ہیں۔ اُونٹ زیادہ تر بوجھ اٹھانے کے لئے ہیں اور گھوڑے فتح ونصرت دلانے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان دونوں نعمتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

﴿فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا﴾ حملہ کرنے کے لئے صبح کے وقت کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت دشمن اپنی جگہ سے منتشر نہیں ہوسکتا کیونکہ دشمن پر ایسے وقت میں غفلت وسستی چھائی ہوتی ہے جبکہ حملہ آور آرام وراحت کے بعد حملہ کے لئے پوری طرح چاق وچوبند ہوجاتا ہے۔

اسی لئے حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی بستی پر حملہ کا ارادہ رکھتے تو صبح تک انتظار کرتے۔ اگر موذن کی آواز سنائی دیتی تو حملہ سے رک جاتے ورنہ حملہ کردیتے۔

جو حضرات 'العادیات' سے اونٹ مراد لیتے ہیں، انہوں نے اپنے معنی کو درست قرار دینے کے لئے کئی تاویلیں کی ہیں جن کو بغرضِ راختصار حذف کردیا گیا ہے۔ العادیات کی تفسیر میں چند اقوال اور بھی ملتے ہیں جو اپنے مفہوم ومطلب کے لحاظ سے ضعف سے خالی نہیں۔ اسی طرح 'موریات' کی تفسیر میں بھی متعدد اَقوال ملتے ہیں:

(۱) قتادہؒ کا قول ہے کہ موریات سے مراد یہ ہے کہ گھوڑے لڑنے والوں کے درمیان عداوت کی آگ بھڑکا دیتے ہیں۔

(۲) عکرمہؒ کی تفسیر ہے کہ موریات سے مراد وہ زبانیں ہیں، جو اپنی تیز گفتاری سے دشمن کے انتقامی شعلوں کو تیز کردیتی ہیں۔

(۳) انسانوں کے افکار وآرا مراد ہیں جو مکروفریب کی آگ کو ہوا دیتی ہیں۔

یہ تشریحات آیت کے ظاہری الفاظ سے تو سمجھ میں نہیں آتیں۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ قیاس واشارہ سے یہ معانی نکالے جاتے ہیں تو کچھ صحت مانی جاسکتی ہے۔

## مفسرین اور طریق تفسیر

اب تک سلف وخلف کی تمام تفسیریں تین اصولوں پر مبنی رہی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



(۱) ظاہری الفاظ کو مدار قرار دینا۔ یہ متاخرین مفسرین کا طریقہ ہے۔

(۲) معانی کا لحاظ، اس طرز کو سلف نے اختیار کیا ہے۔

(۳) اشارہ وقیاس سے معانی ومطالب کا استنباط۔ یہ طریقہ صوفیا کے حلقہ میں رائج ہے۔ یہ صورت بھی جائز ہے بشرطیکہ چند باتوں کا لحاظ رکھا جائے:

(۱) آیت کے معنی سے تصادم اور ٹکراؤ پیدا نہ ہو۔

(۲) وہ قیاسی یا اشارہ سے سمجھا ہوا معنی فی نفسہٖ درست ہو

(۳) ظاہر لفظ میں اس معنی کے لئے کچھ گنجائش موجود ہو۔

(۴) ظاہر لفظ سے جو معنی سمجھے جاتے ہیں۔ اس میں اور قیاسی معنی میں کوئی تعلق اور مناسبت ہو۔

جب یہ چار شرطیں پائی جائیں، تب اس قسم کی تفسیر کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

## عَادِیَات / مُوْرِیَات اور اَثَرْن / وَسَطْن میں فرق

اللہ تعالیٰ نے انسانی افعال کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: (۱) وسائل و ذرائع (۲) اغراض و مقاصد۔ گھوڑوں کا دوڑنا، دوڑتے ہوئے آگ نکالنا اور دشمن پر حملہ کرنا یہ سب افعال اصل غرض کے لئے ذریعہ ہیں اور دشمن کی صفوں میں غبار اڑاتے ہوئے گھس جانا اصل مقصد ہے۔ اسی بنا پر ذرائع کے لئے 'اسم فاعل' اور اظہارِ مقصد وغرض کے واسطے 'فعل' کو بیان کیا گیا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی طریقہ بیان یہاں مناسب تھا۔

## مقسم علیہ کا بیان

جس چیز پر یہاں قسم اٹھائی گئی ہے وہ انسان کا کنود (ناشکرا) ہونا، بخیل ہونا اور مال سے از حد محبت کرنا وغیرہ ہے۔ کَنَدَ یَکْنُدُ سے 'کنود' اس بنجر زمین کو کہتے ہیں جہاں کچھ بھی پیداوار نہ ہوسکے۔ اسی طرح 'کندی' اس عورت کی صفت بھی آتی ہے جو اپنے شوہر کی نافرمان اور ناقدردان ہو۔ اصل لفظ کنود میں حق اور خیر سے روکنے کے معنی پوشیدہ ہیں۔ تمام مفسرین کے اَقوال اسی معنی کو شامل ہیں:

(۱) ابن عباسؓ کا قول ہے کنود أی کفور ناشکرا

(۲) وہ بخیل جو عطیہ سے روکتا ہے، اپنے غلام کو بھوکا رکھتا ہے اور کسی کو مصیبت میں دیکھ کر بھی اس کا دل نہیں پسیجتا۔

(۳) حسنؒ بصری کا قول ہے کہ 'کنود' وہ ہے جو اپنے ربّ کو ملامت کرتا ہے۔ مصیبتوں کو گنتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



وَإِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ

اور بے شک وہ اس پر گواہ ہے۔اس آیت کی تفسیر میں چند اَقوال ہیں:

(۱) اِنَّهٗ کی ضمیر سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔

(۲) انسان اپنی حالت پر خود گواہ ہے خواہ وہ زبان سے انکار ہی کرتا ہے۔سیاق کے لحاظ سے یہ دوسرا مطلب زیادہ مناسب ہے۔ ﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ﴾ میں اِنَّهٗ سے مراد بھی انسان ہی ہے۔اب کلام کی ترتیب یہ ہوئی کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ انسان ناشکرا ہے پھر بتلایا کہ وہ خود اس پر گواہ ہے۔ پھر آخر میں فرمایا کہ انسان مال کی محبت کی وجہ سے کنجوس واقع ہوا ہے۔

پہلے قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی گواہی مراد ہوتی ہے وہاں بعد میں 'علیٰ' آتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾(یونس: ۴۶) ''پھر اللہ تعالیٰ خبردار ہے، اس سے جو وہ کرتے ہیں''۔یعنی وہ پوری طرح واقف اور مطلع ہے۔اگر انسانی شہادت مراد ہوتی تو بجائے 'علیٰ' کے 'ب' آنا چاہئے تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾(التوبہ: ۱۷) ''مشرکین کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں بحالے کہ وہ اپنے نفسوں پر کفر کے ساتھ گواہی دے رہے ہیں''۔اسی طرح اگر یہاں بھی شہادتِ انسانی مراد ہوتی تو یوں کہا جاتا ﴿وَاِنَّهٗ بِذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ﴾ کیونکہ 'کنود' یہاں پر مشہود بہ (جس کے ذریعے گواہی دی جائے) ہے۔اور نفس انسان مشہود علیها (جس کے بارے میں یا جس پر گواہی دی جائے)

﴿وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾ ''وہ خیر و محبت میں سخت ہے''۔باتفاقِ مفسرین یہاں 'خیر' سے مراد مال ہے۔'شدید' سے مراد بخیل ہے جس کو مال کی محبت نے بخل پر آمادہ کردیا ہے۔ابن قتیبہؒ کے نزدیک لِحُبِّ الْخَيْرِ، شدید کے متعلق ہے۔یہاں انسان کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں:

(i) ربّ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔

(ii) جو کچھ اللہ نے دیا ہے، اس میں سے خرچ نہیں کرتا۔نہ تو مخلوق کا ہمدرد ہے اور نہ محسن حقیقی کا شکرگزار۔ایک فاجر انسان ایسا ہی ہوتا ہے۔بخلاف اس کے ایک مؤمن صالح کی حالت دوسری ہوتی ہے وہ خدا کے لئے مخلص اور اس کے بندوں کے واسطے محسن و ہمدرد ہوتا ہے۔

## بخل اور کفر.....اخلاص اور احسان

جیسا کہ یہاں پر بخل اور کفر کو یکجا فرمایا ہے، اسی طرح قرآن کی متعدد آیات میں ان دونوں کا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



تذکرہ ہے : (۱) ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ ''پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں جو ریا کاری کرتے ہیں اور معمولی برتنے کی چیزوں سے روکتے (بخل کرتے) ہیں''۔ (سورۃ الماعون)

(۲) ﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (النساء: ۳۸) ''جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھاوے کیلئے اور اللہ اور دن آخرت پر ایمان نہیں رکھتے''۔

(۳) ﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ﴾ (النساء:۳۹) ''ان کا کیا نقصان تھا، اگر وہ قیامت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے''۔

اسی کے ہم معنی آیات سورۃ اللیل کے شروع میں بھی ہیں۔

(۴) ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ﴾ (سورۃ الہمزۃ) ''خرابی ہے چغل خور عیب چین کے لئے جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا''

(۵) ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ۔ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النساء: ۳۷)

''اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا مٹکنے والے ارباب فخر وغرور کو جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں''۔

اخلاص واحسان : فخر وغرور اور مال کو جمع کر کے رکھنا سب بخل کا نتیجہ ہے۔ یہ تمام صفات نماز اور زکوٰۃ کے مقصد کی عین ضد ہیں۔ کفر وبخل کے بالمقابل اخلاص و احسان کو ان آیات میں یکجا بیان فرمایا ہے: ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲)

''جو لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو''۔ (النساء:۳۶)

**مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح** مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری کی علم وفضل سے بھرپور شرح مشکوۃ بنام مرعاۃ المفاتیح کی ۱۰ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ چند برس قبل آپ کی وفات سے یہ شرح نامکمل رہ گئی تھی۔ گوجرانوالہ میں مولانا خالد گرجاکھی نے اس شرح کو مزید ۱۰ جلدیں لکھ کر مکمل کیا ہے اور اب اس کی مکمل ۲۰ جلدیں ہوگئی ہیں۔ جن میں سے پہلی ۱۰ مولانا مبارکپوری کی تصنیف کردہ ہیں۔ آخری دس جلدیں ان دنوں کمپیوٹر کتابت ہوکر ادارہ احیاء السنہ، گرجاکھ گوجرانوالہ سے عنقریب شائع ہوجائیں گی۔ ان دنوں طباعت کے آخری مراحل میں ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



## بابا فرید الدین مسعود کے دربار پر موجود 'بہشتی دروازہ' کی شرعی حیثیت
## کافر سے قرض لینا وتر کی قضا
## سگریٹ پینے، اس کا کاروبار کرنے والے امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

**سوال:** پاکستان کے ایک شہر پاکپتن میں بابا فرید الدین مسعود کے دربار پر دو دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ سارا سال کھلا رہتا ہے جب کہ دوسرا دروازہ ہر سال ۵/محرم کو صرف پانچ دن کے لیے کھلتا ہے جس کے متعلق خواجہ نظام الدین اولیا کی طرف روایت منسوب کی جاتی ہے کہ جو اس دروازے سے گزرے گا وہ جنتی ہوگا۔ لہٰذا لوگ اسے 'جنتی دروازہ' کہتے ہیں اور اس اعتقاد سے لاکھوں لوگ ہر سال اس دروازے سے گزرتے ہیں.....

۱۔ اس دروازے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۲۔ اس کے متعلق بہشتی دروازہ ہونے کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟ (حافظ مقصود احمد، مدیر ماہنامہ 'توحید')

**جواب:** شریعت کی نگاہ میں بہشتی دروازہ کا اِطلاق صرف اُخروی جنت کے دروازہ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وأنا أول من يقرع باب الجنة

''سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔'' (ایمان: ۳۳۱)

اور صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں: آتي باب الجنة يوم القيامة

''قیامت کے روز میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا'' (ایمان: ۴۸۵)

اور صحیحین میں ہے: في الجنة ثمانية ابواب ''جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔'' (مسلم: ۴۶)

اِن نصوص سے معلوم ہوا کہ بطورِ شعار بہشتی دروازہ کا اِطلاق صرف جناتِ خلد پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی محترم ومکرم چیز کی طرف منسوب دروازہ کو بابِ جنت نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اس کا جواز ہوتا تو سلف صالحین اس کے زیادہ حقدار تھے۔ اسلامی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس سے جواز کا پہلو نکلتا ہو۔ لہٰذا اس خود ساختہ بہشتی دروازہ کا اِنہدام ضروری ہے تاکہ افرادِ اُمت کو شرک کی نجاست سے بچایا جا سکے۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت الرضوان کی طرف منسوب درخت کو کٹوا دیا تھا جبکہ عامۃ الناس اسے متبرک سمجھ کر اس کی زیارت کا قصد کرنے لگے تھے۔ (فتح الباری: ۴۴۸/۷)

اسی طرح (مسند احمد: ۲۱۸/۵) اور سنن النسائی الکبریٰ (حدیث ۱۱۱۸۵) میں مذکور ہے کہ حنین سے

www.KitaboSunnat.com, www.Mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



واپسی پر ایک بہت بڑی بیری جسے ذاتِ نواط کہا جاتا تھا اور مشرکین اس کی عبادت کرتے تھے، کے قریب سے گزرتے ہوئے بعض صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ ہمارے لیے بھی 'ذاتِ انواط' مقرر کر دیں جیسا کہ کفار کے لیے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے وہی بات کہی جو موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہی تھی: یعنی ﴿اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

''ہمارے لیے معبود مقرر کر دیجئے جیسے ان کے معبود ہیں، فرمایا: تم جاہل لوگ ہو۔''

(۲) اس کے متعلق بہشتی دروازہ ہونے کا اعتقاد رکھنا شرکیات وکفریات میں داخل ہے کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس کا علم نصوصِ شریعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا جو یہاں مفقود ہے۔ لہٰذا عزم بالجزم کے ساتھ اس کو بہشتی دروازہ قرار دینا مداخلت فی الدین ہے جس کی جزا وسزا کا معاملہ انتہائی پرخطر ہے۔ ایسے اعتقاد سے فی الفور تائب ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کا ایندھن نہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح عقائد کی توفیق عطا فرمائے تاکہ حقیقی جنت میں داخلہ ہمارا مقدر ہو۔ آمین!

سوال: ہمارے علاقہ میں مختلف قسم کی این جی اوز مثلاً S.R.S.L,N.R.S.P اور W.W.F وغیرہ کام کر رہی ہیں جو لوگوں کو قرض، مویشی، پھل دار اور پھولدار پودے، سڑکیں، پانی کی سکیمیں اور اس قسم کی دیگر سہولیات مہیا کرتی ہیں۔ جبکہ ایسی خدمات کی آڑ میں این جی اوز کے مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں جو نہایت پوشیدہ ہیں اور ان کا مقصد وطن و دین کی بنیادیں کھوکھلی کرنا ہے۔ یہ این جی اوز لوگوں کے اَذہان کو متاثر کرکے، اپنا راستہ ہموار کرکے مخصوص مقاصد حاصل کرتی ہیں۔

آیا شرعی نقطہ نظر سے پسماندہ لوگ این جی اوز سے قرض لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر قرض نہیں لے سکتے تو کیا دوسری سہولیات، پانی کے نل، پھلدار اور پھولدار پودوں وغیرہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

جواب: دین وایمان کی سلامتی کے پیش نظر حتیٰ المقدور ان لوگوں سے دوری اختیار کی جائے اور اگر دین وایمان، تہذیب وثقافت وغیرہ کا تحفظ ممکن ہو تو قرض سمیت جملہ سہولیات سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔ نبی ﷺ نے یہود سے قرض کا معاملہ کیا تھا لیکن ان کے شر سے بچنا اوّلین شرط ہے۔

سوال: تاریخ اسلام میں کسی مشرک کافر کی طرف سے دی گئی اِمداد مسلمانوں نے قبول یا مسترد کی ہو، وضاحت فرما دیں؟ (مولانا بشیر جامع مسجد اقصیٰ نتھیا گلی)

جواب: نبی ﷺ نے صفوان بن اُمیہ کے مسلمان ہونے سے پہلے اس سے اِمداد لی تھی اور دوسرے ایک مشرک کی اِعانت کو ردّ کر دیا تھا۔ اس سے اہل علم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عام حالات/غزوہ وغیرہ میں تو کافر کی امداد قبول نہیں کرنی چاہئے۔ ہاں البتہ اگر کوئی سنگین ضرورت درپیش ہو تو پھر جواز ہے یا ایسا

www.KitaboSunnat.com, www.Mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کافر ہو جو مسلمانوں کی بابت اچھی رائے رکھتا ہو تو اس سے استعانت کا جواز ہے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو شرح نووی: ۱۱۸/۲)

سوال: کیا مسافر، مقیم امام کے پیچھے دوگانہ پڑھ سکتا ہے جبکہ چار رکعت نماز میں وہ دوسری رکعت کے بعد شامل ہوا ہو؟ (قاری عبدالغفار سلفی شیخوپوری)

جواب: مسافر کو مقیم امام کی اقتدا میں نماز پوری پڑھنی چاہئے خواہ امام نماز کے آخری مراحل میں کیوں نہ ہو، کیونکہ اس کی نماز کی بنا امام کی تکبیر تحریمہ پر ہے۔ اسی طرح اگر مسافر امام نماز پوری پڑھے تو مقتدی مسافر کو بھی اس کے ساتھ پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسافر کے لئے چار رکعت کے قائل نہیں تھے لیکن حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں انہوں نے حالتِ سفر میں پوری نماز پڑھی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقیم امام کی اقتدا میں بطریق اولیٰ پوری نماز پڑھنی چاہئے۔

سوال: نمازِ وتر کی قضا دی جاسکتی ہے یعنی کیا آدمی اسے نمازِ فجر کے فوراً بعد پڑھ سکتا ہے جبکہ وہ نمازِ تہجد کے لئے نہ اُٹھ سکا ہو؟

جواب: اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دن کے وقت بارہ رکعت پڑھ لی جائیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ جب کبھی نبی ﷺ بیماری یا غلبہ نیند کی وجہ (نماز تہجد کے لئے نہ اٹھ سکتے) تو دن کو بارہ رکعت پڑھ لیا کرتے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے المنتقی میں اس حدیث پر ان الفاظ سے عنوان قائم کیا ہے: باب قضاء بالفوت من الوتر و السنن الراتبة والأوراد "وتر، سنتوں اور وظائف کی قضا کا باب"۔

اور نمازِ فجر کے بعد بھی قضا دے لی جائے تو جواز ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی میں ہے کہ "جو شخص سو گیا یا بھول گیا تو وہ صبح کرے یا جب یاد آئے وتر پڑھ لے"۔ یہ روایت ترمذی میں ہے لیکن اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ائمہ حدیث کے نزدیک قابل حجت نہیں، البتہ اس کا ایک متابع (مؤید) محمد بن مطرف سنن ابوداد، دارقطنی اور حاکم میں موجود ہے۔

سوال: ہمارے گاؤں کے بوڑھے امام مسجد کے معاشی اور گھریلو حالات انتہائی خراب ہیں۔ ۳ لاکھ روپے کا قرض اور ۶ بیٹیوں کی شادی کا مسئلہ بھی درپیش ہے، خود بیمار ہے اور بیوی کینسر سے فوت ہوچکی ہے۔ کیا گاؤں کے رہائشی اسے قربانی کی کھالیں دے سکتے ہیں؟ نیز بعض مرتبہ وہ بیماری کے باعث اپنے ۱۶ سالہ بیٹے کو امامت کے لئے بھیجتا ہے جو قرآن کو سمجھتا اور نماز کے تمام مسائل سے واقف ہے۔ کیا اس کے پیچھے فرض نماز ہوسکتی ہے؟

جواب: جملہ مستحقین کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اور امام ہذا کے فقروفاقہ اور ضروریاتِ زندگی

magazine.mohaddis.com



کے پیش نظر اس کو قربانی کی کھالیں دی جاسکتی ہیں۔علاوہ ازیں ۱۶؍سالہ نوجوان کی اقتدا میں نماز ہوجاتی ہے بشرطیکہ وہ ضروری مسائل اِمامت سے واقف ہو۔

سوال: کیا عقیقہ کے جانور میں وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانور میں؟

جواب: صراحۃً کسی حدیث میں عقیقہ میں قربانی والی شرائط کا ذکر نہیں۔ حدیث میں صرف لفظ مکافئتان وارد ہوا ہے۔ النهاية اور مجمع البحار میں اس کے متعدد معانی لکھے ہیں۔کسی نے کہا کہ قربانی کے جانور کے برابر،عمر میں ایک دوسرے کے برابر، ذبح ہونے میں برابر یعنی بلا توقف ذبح کئے جائیں۔اس بنا پر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دو دانت والے جانور ذبح کئے جائیں اور باقی شرائط بھی قربانی کے جانور والی پائی جائیں تو یہ محفوظ طریقہ ہے۔ چونکہ اس بارے میں کوئی صریح نص موجود نہیں ہے اس لئے اگر کوئی کمی بھی رہ جائے تو جواز ہے۔

سوال:سگریٹ پینا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص سگریٹ خود پیتا نہیں لیکن بیچتا ہے اور اس نے داڑھی بھی پوری رکھی ہوئی ہے تو کیا وہ وقتی طور پر امامت کروا سکتا ہے؟ اگر سگریٹ بیچنا ناجائز ہے لیکن وہ سگریٹ بیچنا ترک نہیں کرتا تو کیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ (محمد رمضان ساجد)

جواب: حقہ یا سگریٹ پینا حرام ہے۔سنن ابوداود میں حدیث ہے:نهى رسول الله ﷺ عن المسكر والمفتر یعنی ''رسول اللہ ﷺ نے نشہ والی شے اور جس سے دماغ میں فتور پیدا ہو دونوں سے منع فرمایا ہے''۔اس میں شبہ نہیں کہ حقہ سے دماغ میں فتور پیدا ہوتا ہے اور شریعت میں کسی چیز سے رکنے کا حکم حرمت پر دلالت کرتا ہے۔حرمت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی بدبو سخت تکلیف دہ ہے اور حدیث میں ہے کہ جس چیز سے بنی آدم کو تکلیف ہو، اس سے فرشتے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔لہٰذا جس چیز سے فرشتوں کو تکلیف ہو، اس کی حرمت میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

منہ کی طہارت اور اس کی اچھی بو کی شریعت میں اس قدر اہمیت ہے کہ نبی ﷺ نے کچا پیاز یا لہسن کھا کر آنے والے کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے۔ جب دلائل سے سگریٹ ،حقہ کی حرمت ثابت ہوگئی تو اس کا روبار کرنا بھی حرام ٹھہرا۔لہٰذا اس کی خرید وفروخت میں ملوث آدمی کو امامت سے معزول کردینا چاہئے کیونکہ دارقطنی میں حدیث ہے''امام بہتر لوگوں کو بنایا کرو۔''ہاں اگر وہ اس سے باز نہیں آتا اور اس کو ہٹانا بھی ممکن نہیں ہے تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھ لینے سے نماز ہوجائے گی کیونکہ اس کا روبار کا مرتکب مجرم ہے، کافر نہیں۔تاہم بہتر امام کی تلاش جاری رہنی چاہئے۔ جماعت میں تفرقہ سے اجتناب بھی از حد ضروری ہے، جملہ امور کو دانش وحکمت سے سرانجام دیا جائے۔

www.KitaboSunnat.com, www.Mohaddis.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



سیرتِ نبوی ﷺ

ڈاکٹر حافظ محمود اختر☆

# مالی بدعنوانیوں کا اِنسداد، سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں

کسی بھی ملک کے مالیاتی نظام میں دیانت وامانت کو بہت بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ دیانتداری وامانت داری مسلمہ اَخلاقی اَقدار ہیں۔ معاشرتی، سیاسی اور معاشی شعبوں میں ان اَقدار کو وہی حیثیت حاصل ہے جو کسی جسم میں گردش کرنے والے خون کو حاصل ہوتی ہے۔ کسی جسم میں گردش کرنے والا خون اگر تندرست اور جراثیموں سے پاک ہے تو وہ جسم بھی تندرست وتوانا ہوگا لیکن اگر کسی کے خون میں کسی مرض کے جراثیم پیدا ہوجائیں تو یہ جسم بیماری کا شکار ہوجائے گا اور اگر ان جراثیموں کو خون سے مٹایا نہ گیا تو یہ اس جسم کے خاتمے کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔

اگر کسی ملک کے مالیاتی نظام میں بددیانتی، خیانت اور بے ایمانی سرایت کرجائے تو وہاں دولت کی عادلانہ تقسیم ممکن نہیں رہتی۔ اگر سرکاری کارندے اور افسران بدعنوانی میں ملوث ہوجائیں تو ملکی خزانہ غلط طور پر استعمال ہونے لگتا ہے۔ غیر حقدار لوگ تو ناجائز ذرائع سے سب کچھ لے جاتے ہیں لیکن حقدار محروم رہ جاتے ہیں۔ ملکی آمدنی عوام تک نہیں پہنچ پاتی۔ عوام سرکاری خزانے اور قومی آمدنی سے مستفید نہیں ہو پاتے۔ سرکاری افسران تو بہت امیر ہوتے جاتے ہیں لیکن عوام کے حصے میں غربت ہی آتی ہے۔ ملکی خزانہ تو خالی ہوجاتا ہے لیکن ملک غریب اور سرکاری افسران امیر ہوجاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملکی اخراجات چلانے کے لئے ملک سرمایہ دار ملکوں کا مقروض ہوجاتا ہے اور یہ سرمایہ دار ممالک اکثر اَوقات ایسی شرمناک شرائط کے ساتھ قرض دیتے ہیں کہ ملک سود در سود ادا کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے بلکہ بعض اوقات یہ شرائط ملکی سلامتی کے سراسر مخالف ہوتی ہیں۔

کرپشن ایک طرف ملک کے اندر دولت کی تقسیم کو غیر عادلانہ بناتی ہے اور دوسری طرف سرکاری خزانہ عوام کی بجائے بااثر لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ وہاں پوری قوم اخلاقی طور پر بدعنوانی کے مرض میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ رشوت کے ذریعے ہر کام ممکن ہوسکتا ہے۔ پوری قوم کی اخلاقی حس مردہ ہوجاتی ہے۔ ہر طرف بدعنوانی کی فضا چھا جاتی ہے۔ لوگ رشوت دے کر ہر جائز وناجائز کام کروا لیتے ہیں اور سرکاری کارندے رشوت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اگر ہم اس سنگین مسئلے کے حل کے لئے نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں بڑا واضح اور قابل عمل مؤثر ضابطہ ملتا ہے۔ آپ کی حکمتِ عملی کی بنیاد قرآن کریم کی تعلیمات تھیں جن میں ہمیں حلال وحرام کی تمیز سکھائی گئی ہے اور حرام خوری کے وبال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے امانت و دیانت اور بددیانتی کا واضح تصور پیش کیا۔ امانت داری کی فضیلت اور بددیانتی کی نحوست کا ذکر فرمایا اور ان پر لوگوں کو گامزن کروایا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے لوگوں کے نفوس کا تزکیہ[1] فرمایا۔ ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور یوم آخرت کی مسئولیت کا احساس پیدا فرمایا کہ انسان کو اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہوگا۔ آپؐ نے لوگوں کو یہ احساس دلایا کہ قیامت کے دن کسی بھی شخص کو ایک قدم آگے اٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی جب تک کہ وہ پانچ باتوں کے بارے میں جواب نہیں دے لے گا۔ ان میں ایک سوال یہ ہوگا کہ تم نے جو دولت کمائی، وہ کہاں سے اور کن ذرائع سے حاصل کی اور پھر اسے کن جگہوں پر خرچ کیا۔[2]

اُصول وضوابط خواہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں۔ اگر لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف نہ ہو تو کوئی چیز انہیں برائی اور خیانت سے روک نہیں سکتی۔ یہ بات کہی جاتی ہے کہ ڈنڈے کے زور سے آپ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اِعلانیہ جرائم سے روک سکتے ہیں لیکن وہ جرائم جو چھپ کر ہوتے ہیں، قانون اور اختیار انہیں روک نہیں سکتا۔[3] اسی طرح اچھائی اور دیانت داری پر کبھی قانون مجبور نہیں کرسکتا۔ اگر دل خوفِ خدا سے بھرا ہوا ہو تو لوگ خود بخود اعلانیہ اور خفیہ معاملات میں جرم سے اجتناب کریں گے۔ خصوصاً مالی معاملات میں تو انسان کی نیت کو بڑا دخل حاصل ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اصلاحی حکمتِ عملی میں تقویٰ اور خوفِ خدا کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔[3a] گویا آپؐ نے لوگوں کے قلوب واَذہان کو بدلا۔

قرآن مجید کے ذریعے حلال وحرام کا تصور واضح کرنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے لوگوں پر امانت ودیانت کی عملی زندگی میں اہمیت بیان فرمائی۔ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں:

> ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو باتیں سنی ہیں: ایک کو تو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا: امانت داری لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اُتری ہے۔ یعنی یہ ان کی فطرت میں داخل ہے پھر انہوں نے اس فطری استعداد میں قرآن اور حدیث کے علم کے ذریعے اضافہ کیا۔''
>
> حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ ''پھر نبی کریم ﷺ نے امانت کے اٹھ جانے کا حال بیان فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر یہ حال ہوگا کہ آدمی سوئے گا تو امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی اور اس کا ہلکا سا نشان اس کے دل میں باقی رہ جائے گا۔ پھر سوئے گا تو امانت چلی جائے گی اور ایک آبلہ کی

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



طرح کا داغ اس کے اوپر رہ جائے۔ جو اُٹھا ہوا تو ہوتا ہے مگر اندر سے خالی ہوتا ہے۔ لوگ ایسے ہوجائیں گے کہ لین دین کریں گے لیکن کوئی ایمانداری سے کام نہیں لے گا۔ اس وقت امانتداری کی مثال ایسے ہوجائے گی کہ لوگ مثال کے طور پر کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک امانتدار شخص ہے۔ آدمی کی تعریف کی جائے گی کہ کیسا عقل مند، خوش مزاج اور بہادر شخص ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمانداری نہیں ہوگی۔''(۴)

نبی کریم ﷺ نے امانت داری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لا إيمان لمن لا أمانة له(۵) ''اس شخص میں ایمان نہیں جس میں امانتداری نہیں''

آپؐ نے فرمایا

''جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ جس کو اپنے عہد کا پاس نہیں اس میں دین نہیں۔ اس ہستی کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کسی بندہ کا اس وقت تک دین درست نہ ہوگا جب تک کہ اس کی زبان درست نہ ہو اور اس کی زبان درست نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو..... جو کوئی ناجائز ذرائع سے مال کمائے گا اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اسے برکت نہیں دی جائے گی۔ اگر اس میں سے خیرات کرے گا تو وہ قبول نہیں ہوگی۔ جو اس میں سے بچ جائے گا وہ اس کے جہنم کی طرف سفر کا توشہ ہوگا''۔(۶)

''قیامت کی نشانیوں میں ہے کہ سب سے پہلے اس امت سے امانت کا جوہر جاتا رہے گا''۔(۷)

آپؐ نے فرمایا: ''میری امت اس وقت تک فطری صلاحیت پر قائم رہے گی جب تک وہ امانت کو غنیمت کا مال اور زکوٰۃ کو جرمانہ نہیں سمجھے گی۔''(۸)

نبی کریم ﷺ نے امانت میں خیانت کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔(۹) نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ''اگر کسی سے ساری دنیا کی چیزیں چھن جائیں اور اس کے پاس امانت کا وصف باقی رہ جائے تو اسے کسی چیز کا تأسف نہیں''۔ آپؐ نے فرمایا:

''مؤمن میں ہر بری عادت ہوسکتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ اس میں نہیں آسکتا''۔(۹a)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''امانت کا وصف اللہ نے انسانت کی فطرت میں رکھا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک روایت موقوفاً بیان کی ہے کہ

''اللہ کی راہ میں شہید کیا جانا تمام گناہوں کا کفارہ ہے لیکن امانت کا کفارہ نہیں۔ ایک بندے کو قیامت کے روز لایا جائے گا جو شہید ہوا ہوگا اور کہا جائے گا کہ تم امانت (جس میں اس نے خیانت کی ہوگی) ادا کرو۔ وہ کہے گا کہ اے اللہ! اب میں اسے کس طرح لاؤں، اب تو دنیا ختم ہوچکی ہے۔ کہا جائے گا کہ اسے جہنم کے طبقہ 'ہاویہ' میں لے جاؤ۔ وہاں امانت والی چیز مثال بن کر اصل حالت میں اس کے سامنے آئے گی تو وہ اسے دیکھ کر پہچان لے گا اور اس کو پکڑنے کے لئے اس

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کے پیچھے گرے گا یہاں تک کہ اسے پکڑ لے گا۔ وہ اسے اپنے کندھوں پر لاد کر چلے گا۔ لیکن جب وہ جہنم سے نکلنے کی کوشش کرے گا تو وہ بوجھ اس کے کندھے سے گر پڑے گا۔ پھر وہ اس کے پیچھے ہمیشہ گرتا چلا جائے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے وضو، نماز، ناپ تول اور دیگر بہت سی چیزیں گنا کر فرمایا اور ان سب سے زیادہ سخت معاملہ امانت کی چیزوں کا ہے۔''(۱۰)

ابن عمرؓ سے مروی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے امانت کی اہمیت کو بیان فرمایا:

''اللہ جب کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیا کو نکال لیتا ہے۔ جب حیا اس سے نکل جاتی ہے تو ہمیشہ تو اس پر اللہ کا غصہ پاتا ہے۔ جب اس پر اللہ کا غصہ رہتا ہے تو اس کے دل سے امانت نکل جاتی ہے، تو اسے تو ہمیشہ چور اور خائن پاتا ہے۔ جب اسے تو چور اور خائن پاتا ہے تو اس میں سے رحمت نکل جاتی ہے۔ جب اس میں سے رحمت نکل جاتی ہے تو تو اسے ہمیشہ مردود وملعون پائے گا۔ جب وہ ہر وقت مردود وملعون ہو جاتا ہے تو اس کی گردن سے اسلام کی رسی نکل گئی''۔(۱۱)

نبی کریم ﷺ نے امانت کی پاسداری اور محافظت کا سبق لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے کے ساتھ لوگوں کو خیانت اور بددیانتی کے بارے میں بھی آگاہ فرمایا۔ اس سلسلے میں قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَخُوْنُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ﴾(۱۲)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت مت کرو اور نہ جانتے بوجھتے آپس کی امانتوں میں خیانت کرو''

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا تَكُنْ لِلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا﴾(۱۳) اور آپ بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ ہوں

اور ایک مقام پر فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ﴾(۱۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

نبی کریم ﷺ نے ان آیات کا صحیح مفہوم اپنے اسوۂ حسنہ کے ساتھ پیش فرمایا، آپؐ جن باتوں سے پناہ مانگا کرتے تھے، ان میں سے ایک خیانت ہے۔ آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

''اے اللہ مجھے خیانت سے بچائے رکھنا کہ یہ بہت برا اندرونی ساتھی ہے''(۱۵)

آپ نے فرمایا: ''سب سے اچھا میرا زمانہ ہے، پھر وہ زمانہ جو اس کے بعد آئے گا، پھر اس کے بعد آنے والا زمانہ۔ اس کے بعد ایسا زمانہ آئے گا جب لوگ بن بلائے گواہی دیں گے۔ خیانت کریں گے۔ امانتداری نہیں کریں گے۔ نذر مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے''۔(۱۶)

آپؐ نے فرمایا کہ بددیانتی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

إذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة(۱۷)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



''جب امانت ضائع کردی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا چاہئے۔''

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میری امت کے لوگ پندرہ کام کرنے لگیں تو ان کاموں کی وجہ سے ان پر بلائیں اور مصائب نازل ہوں گے۔ ان میں سے ایک بددیانتی ہے کہ لوگ مالِ غنیمت کی طرح امانت کو حلال کرلیں گے''۔ (۱۸)

نبی کریم ﷺ نے حکمران کو بیت المال کا محافظ اور امین قرار دیا۔ اس پر یہ بات واضح فرما دی کہ اگر وہ کسی بھی طریقے سے بیت المال کی صحیح طور پر نگہداشت نہیں کرتا، اس کے استحکام وتحفظ کے لئے موزوں پالیسیاں وضع کرکے ان پر عمل درآمد کا اہتمام نہیں کرتا اور بیت المال کے سرمائے کو صحیح طور پر خرچ کرنے کا اہتمام نہیں کرتا تو وہ اسی طرح خائن اور بددیانت ہوگا جس طرح عام معاشرتی زندگی میں امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے حکمرانوں کو یہ بات باور کروائی ہے کہ وہ محض عوام کی طرف سے ایک امانت کے اٹھانے والے امین ہیں۔ یہ حکمران لوگوں پر حکومت کرنے کے لئے نہیں بلکہ وہ امانت کا حق ادا کرنے پر مامور ہیں۔ احادیثِ نبویہ کی روشنی میں امام ابن تیمیہ ابومسلم خولانی کا حضرت معاویہؓ کے ساتھ مکالمہ نقل فرماتے ہیں کہ ''ابومسلم خولانی نے حضرت امیر معاویہؓ سے فرمایا کہ تم حقیقت میں مزدور ہو۔ ان بھیڑ بکریوں کو چرانے کے لئے تمہیں مزدوری پر رکھا ہوا ہے۔ اگر تم نے ان کی خبر گیری اچھی طرح سے کی اور جو بیمار ہوں ان کا علاج کیا تو تمہارا آقا تمہیں اُجرت دے گا اور اگر تم نے ان کی حفاظت اچھی طرح سے نہ کی تو ان کا مالک تمہارے ساتھ غضب ناک ہوگا، اسی طرح انسان اللہ کے بندے ہیں اور والیانِ ریاست اللہ کے بندوں پر اللہ کے نگہبان ہیں۔ (۱۹)

احادیث کی روشنی میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وقد دلت سنة رسول ﷺ على أن الولاية أمانة يجب اداؤها فى مواضع (۲۰)

''نبی کریم ﷺ کی سنت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ولایت وحکمت ایک امانتِ الٰہی ہے جسے اس کے اصل مقام پر ادا کرنا واجب ہے''

حضرت علیؓ کا ایک قول ہے کہ ''حکمران کی ذمہ داری ہے کہ وہ حق امانت اَدا کرے۔ اگر وہ یہ حق ادا کرتا ہے تو عوام پر بھی اس کی اطاعت لازم ہوجاتی ہے''۔ (۲۱)

امانت کے اس تصور کو نبی کریم ﷺ نے اس طرح واضح فرمایا کہ جس طرح ایک چرواہا اپنے ریوڑ کا محافظ ہوتا ہے، اسی طرح تم میں سے ہر شخص اپنے اپنے مقام پر ذمہ دار اور محافظ ہے۔ ایک حکمران اپنی رعایا کا محافظ ہے اور اس سے اس سلسلے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اپنی رعایا کے مفادات کا تحفظ کیا یا نہیں؟ (۲۲) آپ نے فرمایا کہ:

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



مامن عبد ليسترعيه الله رعية يموت وهو غاش لرعيته إلا حرم الله عليه الجنة (۲۳)

''کوئی شخص ایسا نہیں جسے اللہ نے رعیت کی ذمہ داری سونپی ہو اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ رعیت کے بارے میں خیانت کرنے والا ہو تو اللہ نے اس پر جنت حرام قرار دے دی ہے''

اس حدیثِ مبارکہ کی تشریح میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ''والیٔ حکومت رعایا کا ایسا راعی (محافظ و ذمہ دار) ہے جیسے گڈریا بھیڑوں کی رکھوالی کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

''والیانِ مملکت اور افسرانِ خزانہ کے لئے جائز نہیں کہ ملکی خزانہ اپنی خواہشات کے مطابق اس طرح خرچ کریں جس طرح مالک اپنی ملکیت کی چیز خرچ کرتا ہے۔ افسرانِ خزانہ بلاشبہ امین اور نائب ہیں، وہ ہرگز مملکت کے اموال کے مالک نہیں ہیں۔ (۲۴)

اسی مضمون کی ایک اور حدیثِ مبارکہ بخاری اور مسلم شریف میں موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

ما من وال يلي رعية من المسلمين فيموت وهو غاش لهم إلا حرم الله عليه الجنة

''کوئی حکمران، جو مسلمانوں میں سے کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو، اگر اس حال میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ اور خیانت کرنے والا ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا''

ظاہر ہے دھوکہ اور خیانت کی ایک بڑی صورت یہ ہے کہ ان کے مالی معاملات کی حفاظت نہ کی جائے اور انہیں دھوکہ دے کر غلط مقامات پر خرچ کردیا جائے۔ (۲۵)

نبی کریم ﷺ نے مالیاتی بلکہ پورے انتظامی نظام کی اصلاح کے لئے جو حکمتِ عملی اختیار فرمائی، اس کا ایک ستون ان عہدوں پر متمکن ہونے والے لوگوں کا معیارِ صلاحیت اور اخلاق تھا۔ اس سلسلے میں قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں مختلف عہدوں پر تعینات ہونے والے لوگوں کے معیار کے بارے میں اشارات دیئے گئے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۴۸ میں علم اور جسمانی مضبوطی، اسی سورت کی ۱۲۴ نمبر آیت میں فرمایا گیا کہ ظالم کو اللہ خلافت و منصب سے نہیں نوازتے۔ گویا ظالم آدمی اس عہدے کے لئے اہل نہیں ہے۔ اس کے برعکس عدل ہے۔ گویا کسی منصب پر فائز ہونے والا عدل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۲۸ میں یہ عمومی اُصول دیا گیا کہ اللہ جسے چاہتا ہے منصب عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح قرآن کے مختلف مقامات پر مناصب کی اہلیت کے لئے مختلف اشارات دیئے گئے ہیں۔ مثلاً الکہف: ۲۸، النور: ۵۵، الانبیاء: ۱۰۵، بنی اسرائیل: ۷۰، ص: ۲۶، اور یوسف: ۵۵ میں یہ صفات دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان آیات کی روشنی میں نبی کریم ﷺ نے بھی اُصول وضوابط مرتب فرمائے۔ مسلم مفکرین سیاست نے ان آیات کی روشنی میں اُصول مرتب کئے۔ (۲۶) کتاب وسنت کی روشنی میں کوئی عہدہ اور منصب طلب کرنے والا اس عہدے کے لئے نااہل ہوجاتا ہے اور ایسے شخص کو بہت بڑا خائن

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



قرار دیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: إن أخونكم عندنا من طلبه ''ہمارے نزدیک عہدہ طلب کرنے والا سب سے بڑا خائن ہے'' آپ سے اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں کہ مختلف لوگوں نے آپ سے کوئی عہدہ طلب کیا لیکن آپ نے ان سب کو یہ کہہ کر کوئی عہدہ نہیں دیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب کوئی کسی منصب کا خود مطالبہ کرتا ہے تو اس میں گمانِ غالب یہی ہوگا کہ وہ اس منصب کو دنیا کمانے کے لئے استعمال کرے گا۔ اپنے منصب کو ناجائز استعمال کر کے اسے دولت کمانے کا ذریعہ بنائے گا۔[۲۷]

## مالیاتی عملے کو ہدایات

نبی کریم ﷺ کی مالیاتی حکمتِ عملی کی ایک نمایاں بات یہ ہے کہ آپؐ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو ان کے منصب کی اہمیت اور نزاکت کا احساس دلایا۔ رافعؓ بن خدیج سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

العامل على الصدقة لوجه الله تعالىٰ كالغازي في سبيل الله عزوجل حتىٰ يرجع إلى أهله[۲۸] (ابوداود میں اَلفاظ ہیں: العامل على الصدقة بالحق)[۲۹]

''اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صدقات وصول کرنے والا شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر لوٹ کر آجائے''

ایک اور روایت میں ہے کہ ''عامل زکوٰۃ کو اس منصب پر فائز کیا گیا اور اس نے حق کے مطابق زکوٰۃ وصول کی۔ کوئی بددیانتی نہیں کی اور زکوٰۃ دہندہ پر ظلم نہیں کیا تو ایسا شخص اس وقت تک اللہ کی راہ میں لڑنے والے مجاہد کی مانند ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ کر گھر آجائے''[۳۰]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول ﷺ نے فرمایا: خير الكسب كسب العامل إذا نصح ''بہترین کام عامل کا کام ہے جب تک وہ خیرخواہی کے ساتھ کام کرے''[۳۱]

مسند احمدؒ میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب اللہ تعالیٰ مشرق ومغرب کے خزانے کھول دے گا۔ بے شک تمہارے عمال (جو زکوٰۃ وصول کرنے میں لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، ان کے حقوق مارتے ہیں، غنیمت کے مال میں بددیانتی کرتے ہیں اور حاصل کی ہوئی چیزوں کو حاکم سے چھپاتے ہیں) جہنم میں جائیں گے۔ سوائے ان عمال کے جو محاصل وصول کرتے وقت اللہ سے ڈرتے رہے اور جنہوں نے امانت ادا کری یعنی جو کچھ وصول کیا تھا، اسے امانت داری کے ساتھ بیت المال میں جمع کروا دیا۔[۳۲] حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا مسلمان خازن جو محاصل وصول کرنے کے لئے متعین کیا جائے اور وہ وصول شدہ تمام محاصل مکمل طور پر امیر کے سامنے جمع

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کرادے تو ایسا شخص بھی ایک طرح سے صدقہ کرنیوالا ہے۔(۳۳) اس سلسلے میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا طریق کار یہ تھا کہ مختلف علاقوں میں متعین کئے جانے والے عہدیداروں کو خصوصی ہدایات دیا کرتے تھے۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں عہدِ نبوی سے ملتی ہیں کہ آپ کسی عامل یا عہدہ دار کو کسی جگہ متعین فرماتے تو پیدل چل کر شہر کے باہر تک اس کے ساتھ جاتے، اس دوران اسے ہدایات دیتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں :

''مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی جانب متعین فرمایا۔ میں جب روانہ ہوا تو آپؐ نے مجھے واپس بلایا اور فرمایا کہ میں نے تمہیں صرف اس لئے بلایا ہے کہ میں تمہیں بتادوں کہ میری اجازت کے بغیر تم جو کچھ بھی لوگے وہ خیانت ہے اور ہر خائن اپنی خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن آئے گا۔ بس میں نے تمہیں یہی بتلانا تھا، اب اپنے کام پر جا کر لگ جاؤ''۔(۳۴)

ابوداود شریف میں ہے کہ ایک صحابی ابومسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے عامل بنا کر بھیجنا چاہا اور فرمایا ''ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں قیامت کے دن اس حال میں پاؤں کہ تمہاری پیٹھ پر اونٹ ہو جو آواز نکال رہا ہو جسے تم نے خیانت کے طور پر لیا ہوگا''۔ ابومسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ''میں ایسا عہدہ نہیں لینا چاہتا'' آپؐ نے فرمایا: ''پھر میں بھی جبراً تمہیں نہیں بھیجتا''(۳۵)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت سعد بن عبادہ کے بارے میں بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''ایسا نہ ہو کہ تو بلبلاتے ہوئے اونٹ کو اٹھائے ہوئے آئے جسے تو نے خیانت میں لیا تھا۔ میں نے کہا: پھر تو میں اس طرح کا عہدہ لینے سے دست بردار ہوتا ہوں۔ پھر آپؐ نے مجھے اس عہدہ پر متعین فرمانے پر اصرار نہیں فرمایا۔(۳۶)

اسی طرح کی ایک روایت طبرانی میں حضرت عبادہؓ بن صامت کے بارے میں بھی ہے۔(۳۷)

بخاری شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''اللہ فرماتے ہیں کہ تین بندے ایسے ہیں جن کے میں مدمقابل ہو کر ان سے لڑوں گا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جسے کوئی چیز (منصب وغیرہ) عطا کیا گیا اور اس نے اس میں بددیانتی کی''۔(۳۷a)

اسلامی ریاست میں مالیاتی امور کے بارے میں خصوصی طور پر احتیاط سے کام لیا جاتا ہے کیونکہ اگر اس شعبے میں ذرّہ برابر بھی بے احتیاطی سے کام لیا جائے تو ایک طرف ملکی خزانہ غلط طور پر خرچ ہو جاتا ہے دوسری جانب بدعنوانیاں جنم لیتی ہیں۔ تقسیم دولت کا سلسلہ غیر متوازن ہو جاتا ہے اور لوگ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مالیات کے معاملے میں اسلام کس قدر احتیاط سے کام لیتا ہے، اس سلسلے میں ڈاکٹر حمیداللہ لکھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے کے مذاہب میں سرکاری آمدنی کے ذرائع یعنی کن کن چیزوں پر

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



محصول لیا جائے، اس کی تفصیل تو ہمیں ملتی ہے۔لیکن انہیں کن کن مدات میں خرچ کیا جائے، اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ان مذاہب میں اس شعبے کو حکمران کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا کہ ٹیکسوں کی اس آمدنی کو وہ جس طرح چاہے خرچ کرے اور عام طور پر حکمران اپنی ذات پر اور فضول خرچیوں اور عیاشیوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔(۳۸) ..... ڈاکٹر حمید اللہ مزید لکھتے ہیں:

''میرے علم میں قرآن کریم وہ پہلی دینی کتاب ہے جس میں آمدنی کے وسائل کے متعلق بہت کم تفصیل ملتی ہے لیکن اسے خرچ کرنے سے متعلق انتہائی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے''(۳۹)

اسلام سے پہلے مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی کے مصارف کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ موجود نہ تھا۔ رئیس قبیلہ غنیمت وغیرہ کے محاصل کے خرچ کرنے میں تمام اختیارات کے مالک ہوتے۔ عموماً کل محاصل کے چوتھائی حصے کا مالک رئیس ہوتا تھا۔اس میں وہ تمام قیمتی اشیاء خود رکھ لیتا۔تقسیم کے بعد جو کچھ بچ رہتا یا بچا لیا جاتا، وہ اس کے قبضے میں آجاتا۔اس کے علاوہ اس زمانے میں یہ طریق کار بھی موجود تھا کہ جو شخص کوئی مال لوٹتا، وہ اسی کا ہوجاتا۔ نبی کریم ﷺ نے اس نظام میں مثبت اور دیرپا تبدیلیاں کیں۔ آپؐ نے مالِ غنیمت کو فوج میں باقاعدہ ضابطے کے مطابق تقسیم کرنے کا اصول رائج فرمایا۔ یہ اصول نہایت عادلانہ تھے۔کسی فرد کی بجائے حاصل ہونے والے مال کو اجتماعی ملکیت قرار دیا۔ غنیمت، فئے، زکوٰۃ، خراج، جزیہ اور دیگر محاصل اسی انداز سے تقسیم کئے جاتے کہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملتا اور یہی اُصول آپؐ کے بعد بھی مستقل طور پر تقسیم دولت کے اصول بن گئے۔

نبی کریم ﷺ نے محاصل کے نظام کو بڑی احتیاط کے ساتھ منظم فرمانے کی بنیادیں رکھ دیں۔ آپؐ کے مبارک عہد میں آپؐ کے پاس وفود آتے تھے۔ جانے والے وفود کو خرچہ دیا جاتا تھا۔مختلف علاقوں سے سالانہ محاصل وصول ہو رہے تھے۔جزیہ وخراج بھی مل رہا تھا۔زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھی باقاعدہ نظام نافذ ہو چکا تھا۔مملکت کا نظام چلانے کے لئے دیگر اخراجات بھی تھے۔ان حالات میں یہ بات قرین قیاس ہے کہ آپؐ نے باقاعدہ بیت المال کی بنیاد رکھ دی تھی۔ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ آپؐ نے مسجد نبوی سے متصل ایک کمرے کو بیت المال کے طور پر مختص فرما رکھا تھا۔اس کمرے کی خصوصی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس کمرے میں رقم اور اجناس رکھی جاتی تھیں۔حضرت بلالؓ اس کی نگرانی پر مامور تھے۔ڈاکٹر حمید اللہ اس کمرے کو پہلا بیت المال اور حضرت بلالؓ کو پہلے وزیر مال قرار دیتے ہیں۔(۴۰)

مالیات ومحاصل کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے باقاعدہ قواعد وضوابط رائج فرمائے۔ان قواعد سے افسرانِ مالیات کو باقاعدہ آگاہ کیا جاتا تھا اور ان پر بڑی سختی سے عمل کروایا جاتا۔باقاعدہ طور پر ان ہدایات

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



پر عمل درآمد کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس طرح کی ہدایات میں یہ باتیں شامل ہوتی تھیں کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے خود چل کر زکوٰۃ دینے والے کے پاس جائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ سرکاری ملازم خود زکوٰۃ کا مال دیکھ سکے گا اور کسی بھی طرح کی بدعنوانی مثلاً زکوٰۃ کا مال چھپانے کی بنیاد ختم ہوجائے گی۔ اسی طرح یہ ہدایت بھی تھی کہ زکوٰۃ میں چھانٹی کا مال نہ لیا جائے، نہ ہی گھٹیا مال وصول کیا جائے۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے والوں کو بھی ہدایات جاری کی جاتی تھیں۔ زکوٰۃ لینے اور دینے والے سبھی شرعی اُصولوں سے آگاہ کردیئے گئے تھے اور یوں زکوٰۃ دینے والوں کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے استحصال کی راہیں بند کردی گئیں۔ (۴۱)

زکوٰۃ عائد کرنے کا نصاب اور دیگر مسائل بالکل واضح اور شریعت کے اَحکام تھے، اس لئے زکوٰۃ کی رقم کے تعین (Fixation) کے بارے میں بھی کسی طرح بھی کسی ایک فریق کو دھوکہ دینے یا دھوکہ کھانے کی گنجائش اور اِمکان موجود نہ تھا۔ اس طرح مالیات کے بارے میں کسی بدعنوانی کے آغاز کا امکان خود بخود ہی ختم ہوگیا۔

اس کے ساتھ ہی یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تربیت نے ہر شخص کو اتنی جرأت عطا کردی تھی کہ اگر کوئی کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرتا تو وہ خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ اہلکار کی ہر کارروائی پر اس سے سوال کرسکتا تھا اور عدالتِ نبویؐ تک رسائی کرسکتا تھا۔ اس ماحول میں کسی طرح کی بدعنوانی ممکن نہ تھی۔

نبی کریم ﷺ کی معاشی پالیسی کا ایک سنہرا اصول یہ تھا کہ حاصل ہونے والی آمدنی اور اجناس آپؐ بیت المال میں جمع کرکے رکھا نہیں کرتے تھے بلکہ فوری طور پر اعلان فرما دیتے کہ مستحق لوگ آکر اپنا اپنا حق وصول کرلیں۔ (۴۲)

بہت سے شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کو اس وقت تک سکون نہیں آتا تھا جب تک کہ بیت المال میں آنے والا مال مستحق لوگوں تک پہنچا نہیں دیتے تھے۔ (۴۳) آپؐ کے اس طریق کار کی ایک حکمت تو یہ ہوسکتی ہے کہ آپؐ ارتکازِ دولت کی بجائے دولت کے پھیلانے کو پسند فرماتے تھے۔ دوسری حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ آپؐ جلد از جلد اس مال کو تقسیم کرکے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے فارغ ہونا چاہتے ہوں اور آپ چاہتے تھے کہ حق، جلد از جلد حقدار تک پہنچ جائے۔

بیت المال کی نگرانی نبی کریم ﷺ کو بہت مقدم تھی۔ ایک دفعہ رئیس فدک نے غلے سے لدے ہوئے چار اونٹ آپؐ کی خدمت میں بھیجے۔ اسے فوری طور پر تقسیم کیا گیا لیکن کچھ بچ رہا۔ اس پر نبی کریم ﷺ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



نے فرمایا کہ میں تو پھر آج گھر نہیں جاؤں گا۔ آپؐ نے رات مسجد میں ہی بسر فرمائی۔ جب اگلے روز حضرت بلالؓ نے خبر دی کہ سارا مال تقسیم ہوگیا ہے تو آپؐ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور گھر تشریف لے گئے۔(۴۴)

نبی کریم ﷺ نے محاصل کی تقسیم کے سلسلے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے ساتھ قریبی تعلق رکھنے والے کسی بھی فرد کو کبھی محاصل وصول کرنے کی ذمہ داری نہیں سونپی۔ طبقات ابن سعد، کتاب الخراج، زاد المعاد، فتوح البلدان وغیرہ میں ان لوگوں کے اسمائے گرامی یکجا کئے گئے ہیں جو عہد نبوی میں وصولی کے کام پر متعین کئے جاتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا تعلق خاندانِ نبوت سے ہو۔(۴۵) بلکہ آپؐ کے خاندان میں سے اگر کسی نہ کسی موقع پر اس خواہش کا اظہار کیا بھی کہ اسے مالیات کے شعبے میں کوئی ذمہ داری سونپی جائے تو آپؐ نے دوٹوک انداز میں انکار فرما دیا کہ صدقات کے مال آلِ محمد ﷺ کے لئے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں کے اَموال کی میل کچیل ہوتی ہے۔(۴۶)

دراصل اگر انہیں اس شعبے میں کوئی ذمہ داری سونپی جاتی تو ان کا معاوضہ انہیں حاصل شدہ محاصل سے ادا کیا جاتا۔ آپؐ نے یہ بات گوارا نہیں فرمائی کہ زکوٰۃ وغیرہ سے آپؐ کے خاندان کے کسی فرد کو کسی بھی انداز سے بلا واسطہ یا بالواسطہ کچھ حاصل ہو۔

نبی کریم ﷺ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ مالِ غنیمت آنے کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم فرماتے کہ وہ اعلان کردیں کہ جس جس کے پاس جو کچھ بھی ہو، وہ لے کر مسجد نبوی میں جمع کروادے۔(۴۷) گویا یہ اعلان ہوتا تھا کہ غنیمت کا مال اجتماعی مال ہے، اس پر کسی کا ذاتی حق نہیں ہے۔ جنگِ بدر کے موقع پر لوگوں نے مالِ غنیمت انفرادی طور پر اکٹھا کرلیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ مال سرکاری خزانے میں جمع کروایا اور اسے سب لوگوں میں برابر تقسیم کردیا۔(۴۸)

ملکی خزانے کو امانت سمجھنے کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ نے خود اپنی ذات سے نہایت عمدہ مثال پیش فرمائی۔ آپؐ نے ایک موقع پر زمین سے بکری یا اونٹ کا ایک بال پکڑا اور فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو مال اللہ نے تمہیں دیا، اس میں میرا حصہ پانچویں حصے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور یہ پانچواں حصہ بھی تمہارے ہی واسطے ہے۔(۴۹) یعنی اسے محتاجوں اور غربا میں تقسیم کردیتا ہوں۔ مالِ فئے اور مالِ غنیمت کے بارے میں قرآن مجید کی آیات کے تحت تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ ان میں سے جو حصہ آپ کو شرعی اور قانونی طور پر حاصل ہوتا، آپ اسے بھی اپنی ذات سے زیادہ محتاجوں پر خرچ کرتے تھے۔(۵۰) مخیریق جو بنوقینقاع کے ایک یہودی تھے، نے یہ وصیت کر رکھی تھی کہ ان کی وفات

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کے بعد سات باغات جوان کی ملکیت تھے، نبی کریم ﷺ کے لئے وقف ہوں گے۔ ان کی وفات کے بعد یہ باغات نبی کریم ﷺ کے قبضے میں آئے۔ لیکن آپؐ نے یہ باغات وقف فرما دیئے اور ان کی آمدنی غربا ومحتاجوں کو ملنے لگی۔ (۵۱)

آپؐ کی ذاتی اور گھریلو زندگی بھی سادگی کا نمونہ تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ اور آپؐ کے اہل بیت تین دن تک متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھا سکتے تھے۔ آپؓ فرماتی ہیں:

''اہل بیتِ محمد ﷺ پر ایک چاند سے گزر کر دوسرا چاند آ جاتا اور ہمارے گھر میں چولہا نہ جلتا۔ اس دوران ہمارا گزر اوقات کھجور اور پانی پر ہوتا''۔ (۵۲)

جو چیز استعمال کرنی جائز نہیں ہے، اس کے بارے میں بھی نبی کریم ﷺ نے نہایت محتاط اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ راستے میں پڑی ہوئی ایک کھجور پر سے گزرے۔ فرمایا: کہ ''اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقے میں سے ہوگی تو میں اسے کھا لیتا'' (۵۳) ایک موقع پر حضرت حسنؓ (جو اس وقت ابھی بچے تھے) نے خشک کرنے کے لئے پڑی ہوئی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ مگر آپؐ نے یہ چبائی ہوئی کھجور منہ سے نکلوائی۔ لوگوں نے کہا کہ آپؐ اس بچے کو یہ کھجور کھا لینے دیتے تو اس میں کیا حرج تھا؟ آپؐ نے فرمایا: ''محمد ﷺ کے خاندان کے لئے صدقہ کھانا حلال نہیں ہے'' (۵۴) آپؐ کو اگر کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپؐ پوچھتے کہ یہ صدقہ یا ہدیہ؟ اگر ہدیہ ہوتی تو استعمال فرماتے ورنہ ہاتھ آگے نہ بڑھاتے۔ (۵۵) بعض روایات میں یوں آتا ہے کہ آپؐ کو ایک موقع پر کھجوروں کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ صدقہ کی کھجوریں ہیں۔ حضرت حسنؓ نے اس میں ایک کھجور کھا لی۔ آپؐ نے منہ میں انگلی ڈال کر یہ کھجور اُگلوا دی۔ (۵۶)

نبی کریم ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے یہ مثال پیش فرما دی تاکہ کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ آپؐ کا یہ محتاط رویہ آپؐ کا ذاتی جذبہ ایثار ہی نہ تھا بلکہ یہ رہتی دنیا تک کے حکمرانوں کے لئے ایک مثال تھی کہ مالی بے قاعدگیوں کو روکنے کے لئے سب سے پہلے حکمران کو اپنی مثال پیش کرنا ہوگی۔ آپؐ کی اس پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ

''اگر سرکاری آمدنی حکمران کی آمدنی سمجھ لی جائے تو حکمران کے قریبی لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ دولت حکمران کے لئے حرام ہے تو ماتحت افسروں کو ذرا احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے کہ حکمران ان کا محاسبہ کرے گا۔ اس لحاظ سے یہ نہایت اہم بات ہے کہ اسلام کے سوا دنیا کی کسی اور قوم نے سرکاری آمدنی حکمران کی ذات کے لئے ممنوع قرار نہیں دی۔ یہ خصوصیت بھی صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ (۵۷)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



نبی کریم ﷺ نے بیت المال کے بارے میں اس اعتبار سے بھی احتیاط کی پالیسی اختیار کی کہ صرف حقداروں کو ہی دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

ما أعطيكم ولا أمنعكم أنما أنا قاسم أضع حيث أُمِرت (۵۸)

''میں خود نہ تمہیں کچھ دیتا ہوں نہ کسی چیز کو تم سے روکتا ہوں۔ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے، وہاں خرچ کرتا ہوں''

آپؐ نے لوگوں پر واضح فرما دیا تھا کہ ریاست کے خزانے میں جو کچھ ہے وہ لوگوں کی امانت ہے۔ آپ اس امانت کو حقداروں تک پہنچانا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ ایک شخص نے آپؐ سے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ مانگا تو آپؐ نے فرمایا:

''اللہ نے زکوٰۃ کے مال کی تقسیم میں کسی کو حتیٰ کہ نبی کے دخل کو بھی پسند نہیں کیا بلکہ اس نے خود اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اب اگر تم ان آٹھ میں سے ہو تو میں تجھے تیرا حق دے دوں گا۔'' (۵۹)

آپؐ نے یہ سنہرا اصول دیا کہ مالیاتی عہدوں پر فائز لوگوں کے طرزِ عمل پر خصوصی نگاہ رکھی جائے اور انہیں اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے کہ وہ اپنی تنخواہ کے علاوہ رعایا سے کسی قسم کا ہدیہ قبول کریں۔ کیونکہ یہ بدعنوانی کا دروازہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے متعدد فرامین موجود ہیں کہ آپؐ نے عمال حکومت کے لئے حرام قرار دے دیا کہ وہ کوئی ہدیہ قبول نہ کریں۔ اس باب کا نام ہی "باب هدايا العمال" ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص ابن اللُّتَبِية کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ لوٹ کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ مال آپؐ کا ہے اور یہ مال مجھے تحفے میں ملا ہے۔ یہ بات سن کر آپؐ جلال میں آ گئے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر اللہ کی تعریف بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''اس تحصیلدار کا کیا حال ہے جسے میں (صدقات کی وصولی کے لئے) متعین کرتا ہوں پھر وہ کہتا ہے کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا پھر دیکھتے کہ اسے کوئی ہدیہ ملتا ہے یا نہیں۔ (یعنی اگر اس وقت بھی جب سرکاری کام نہ ہو کوئی ہدیہ دیا کرتا ہو تو اس کا ہدیہ کام کے بعد بھی درست ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اس نے یہ ہدیہ دباؤ سے دیا ہوگا یا کسی اور ناجائز غرض کی خاطر دیا ہوگا) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کوئی تم میں سے ایسا مال نہ لے گا مگر قیامت کے دن اپنی گردن پر لاد کر اسے لائے گا۔ اس طرح حاصل کیا ہوا اگر اونٹ ہوگا تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا۔ گائے ہوگی تو چلا رہی ہوگی۔ بکری ہوگی تو ممیا رہی ہوگی۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی ہمیں نظر آنے لگی اور فرمایا: ''یا اللہ! میں نے تیرا حکم لوگوں تک پہنچا دیا'' (۶۰)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



روایت کے اندر اس بات کی تفصیل موجود ہے کہ انہوں نے خود آ کر اس مال کی نشاندہی کر دی تھی اور نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش فرما دیا تھا کہ یہ مال مجھے ملا ہے اور یہ مال سرکار کا ہے۔ اس سے ان کی بدنیتی کی بجائے نیک نیتی ظاہر ہو رہی ہے۔ کیونکہ اگر ان کی نیت میں کوئی خرابی ہوتی اور وہ یہ ہدایا چھپانا چاہتے ہوتے تو اس مال کا ذکر قطعاً نہ کرتے جو انہیں ذاتی حیثیت میں ملا تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کرامؓ سے عقیدت تھی اور وہ اسی بنا پر انہیں ہدایا اور تحائف دینا باعثِ ثواب سمجھتے تھے۔ یہ تحائف دینے والوں نے بھی اسی نیت سے دیئے تھے اور لینے والے کی نیت بھی صاف تھی۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے نیت کے مسئلے سے قطع نظر آئندہ کے لئے کسی طرح کی بدعنوانی کے انسداد کے لئے ہر سوراخ کو بند فرما دیا۔(۶۱)

ابوداود شریف میں مالیات کی وصولی پر مامور عہدہ داروں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے کہ من استعملناه على عمل فرزقناه رزقا فما أخذ بعد ذلك فهو غلول(۶۲) ''ہم نے جسے کسی جگہ کا عامل مقرر کیا اور اس کے کام کا معاوضہ بھی مقرر کر دیا اگر وہ اس معاوضے سے زائد جو حاصل کرتا ہے تو یہ ناجائز آمدنی ہے'' مسند احمد میں بھی ایسی روایت موجود ہے کہ عاملین محاصل کو جو تحائف ملیں، وہ خیانت میں شامل ہیں۔(۶۳) مسند احمد میں ہی روایت ہے کہ

> ''ایک روز نبی کریم ﷺ جنت البقیع کے قبرستان میں سے گزر رہے تھے کہ ایک قبر والے کے بارے میں فرمایا کہ ''تم پر افسوس ہے'' پھر اس کی وضاحت فرمائی کہ اس قبر والے کو ایک مرتبہ عامل مقرر کیا گیا تھا، اس نے اس میں سے ایک چادر خیانت کے طور پر لے لی۔ اب وہ چادر اس کے اوپر آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔''(۶۴) یہ روایت بخاری شریف میں بھی موجود ہے۔

مستورد بن شداد سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

> من كان لنا عاملاً فليكتسب زوجة فان لم يكن خادم فليكتسب خادما فإن لم يكن له مسكن فليكتسب مسكنا ، قال: قال أبوبكر أخبرت أن النبى ﷺ قال من اتخذ غير ذلك فهو غال أوسارق(۶۵)
>
> ''جنہیں ہم عامل مقرر کریں، اسے چاہئے کہ ایک بیوی رکھ لے۔ اگر اس کے پاس کوئی خدمتگار نہ ہو تو ایک خدمتگار رکھ لے۔ اگر اس کے پاس رہائش گاہ نہ ہو تو ایک رہائش گاہ رکھ لے۔ مستورد کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کسی عامل نے اس سے زائد حاصل کیا تو وہ خائن ہے یا چور ہے''(۶۶)

مسند احمد کی ایک روایت میں سواری کا بھی ذکر ہے کہ اگر سواری نہ ہو تو سواری بھی لے لے۔(۶۷)

اسی طرح عدی بن عمیرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



من استعملناه منكم على عمل فكتمنا مِخيطا فما فوقه كان غلولًا يأتي يوم القيامة قال فقام إليه رجل أسود من الأنصار كأني أنظر إليه فقال يارسول اللهﷺ أقبل عني عملك قال وما لك قال سمعتك تقول كذا وكذا قال وأنا أقوله الآن: من استعملناه منكم علىٰ عمل فيجئ بقليل وكثيره فما أوتي منه أَخَذَ وما نُهي عنه انتهىٰ (٦٨)

''اگر ہم کسی کو کسی کام کے لئے متعین کریں پھر وہ اس میں سے ایک سوائی یا اس سے زیادہ چھپا رکھے تو وہ غلول (خیانت) ہے۔ اسے وہ قیامت کے دن لے کر آئے گا۔ یہ سن کر سانولے رنگ کا ایک انصاری شخص کھڑا ہوا کہ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپؐ نے جو کام مجھے سونپا ہے، آپؐ مجھ سے واپس لے لیجئے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ (کہ یہ کام واپس کر رہے ہو) اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے آپؐ ایسے ایسے فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تو اب بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ جسے ہم کسی کام کے لئے متعین کریں، اسے جو کچھ ملے، وہ تھوڑا ہو یا زیادہ سب کچھ لے کر (بیت المال میں) آئے۔ پھر اسے اس کام کے معاوضے کے طور پر جو کچھ ملے، وہ لے لے اور جو نہ ملے اس سے باز رہے''

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن صامت سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ مالِ غنیمت کے اونٹ کی پیٹھ کے چند بال پکڑتے پھر فرماتے کہ میرا بھی اس میں وہی حق ہے جو تم میں سے کسی ایک کا۔ (٦٩) ابن مردویہ کے حوالے سے ابن کثیر نے روایت نقل کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی پتھر جہنم میں ڈالا جائے تو ستر سال تک چلتا جائے لیکن تہہ تک نہیں پہنچتا۔ خیانت کی چیز کو اسی طرح جہنم میں پھینکا جائے گا۔ پھر خیانت کرنے والے سے کہا جائے گا کہ جا اسے جا کر لے آ۔ (٧٠)

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



## حوالہ جات

۱۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر۱۶۴ میں فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ احسان فرمایا ہے کہ ان میں ایک رسول ﷺ مبعوث فرمائے ہیں جو ان کے سامنے آیات کی تلاوت فرماتے ہیں، ان کے نفوس کا تزکیہ فرماتے ہیں، انہیں کتاب کی تعلیم دیتے اور انہیں حکمت سکھاتے ہیں۔

۲۔ ترمذی، امام، جامع ترمذی، ابواب صفة القيامة ، جلد چہارم، صفحہ ۳۵، حدیث نمبر ۲۵۳۱۔ اس حدیث کے بارے میں صاحب ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ غریب ہے۔ لیکن صاحب مشکوٰۃ اسے صحیح حدیث قرار دیتے ہیں کیونکہ دیگر ذرائع سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ، جلد دوم، صفحہ ۶۵۶، حدیث نمبر ۵۱۹۷۔

۳۔ اگر لوگوں کے قلوب و اذہان اور انداز فکر کی اصلاح کئے بغیر کوئی قانون نافذ کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے اثرات بالکل الٹے مرتب ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ امریکہ میں امتناع شراب کا حکم نافذ کیا گیا۔ لیکن لوگوں کی ذہنی تربیت نہیں کی گئی تھی اس لئے لوگوں نے تجسس کے تحت اس قانون کے نفاذ کے بعد زیادہ مقدار میں شراب پینا شروع کردی۔ یہ قانون ۱۹۱۸ء میں امریکی کانگریس نے منظور کیا اور دسمبر ۱۹۳۳ء میں اسے منسوخ کردیا گیا۔ (بحوالہ مولانا مودودی، اسلامی ریاست، صفحہ ۱۳۱)

اس سلسلے میں قرآن مجید کی وہ آیات جن میں مالی امور زیر بحث آئے ہیں ان سب کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے خوف، آخرت کی مسئولیت اور حرام خوری کی صورت میں جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ مثلاً یتامیٰ کے مال میں احتیاط کا حکم دیا تو آخر میں فرمایا کہ جو لوگ ان کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ مالی امداد کے ذکر کے بعد فرمایا کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں جو انہیں پھلانگتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے (النساء:۱۳) سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں ادھار لین دین کا ذکر ہوا تو آیت کے آخر میں فرمادیا کہ اللہ تمہارے دل کی کھوٹ کو جانتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی آیات (النساء:۴۔۱۳) (البقرۃ:۱۸۸، ۱۶۸) (المؤمنون:۵۱) میں حلال وحرام ذکر کیا گیا ہے۔ تو آخر میں آخرت کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے واضح فرمادیا کہ حرام کھانا دنیا اور آخرت میں شدید سزا کا سبب بنے گا۔ صدقہ وخیرات اور عبادات صرف حلال کی کمائی سے ہی مقبول ہوتے ہیں۔

۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح..... ترمذی، الجامع الصحیح، باب ماجاء فی رفع الامانة، دار التراث، بیروت، حدیث نمبر ۲۱۷۹، جلد چہارم، صفحہ ۴۷۴..... ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ذهاب الامانة، دار الحدیث قاہرہ، الجزء الثانی، صفحہ ۱۳۴۶، حدیث نمبر ۴۰۵۳

۵۔ علی المتقی، کنز العمال، مؤسسة الرساله، ۱۹۷۹ء جلد سوم، صفحہ ۶۱، حدیث نمبر ۵۵۰۰

۶۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۶۲، حدیث نمبر ۵۵۰۳ ۷۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۶۰، حدیث نمبر ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۵۰۵، ۵۵۰۶

۸۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۶۲، حدیث نمبر ۵۴۰۴

۹۔ بخاری، کتاب الایمان، باب علامات النفاق، جلد اول، صفحہ ۱۴، صفحہ ۳۲۱، ۳۲۴، ۳۲۵ a-۹ بیہقی، شعب الایمان

۱۰۔ البیہقی، شعب الایمان، باب فی الامانات وما یجب من ادائها الی اهلها، جلد رابع، صفحہ ۳۲۳، حدیث ۵۲۶۶

۱۱۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ذهاب الامانة، الجزء الثانی، صفحہ ۱۳۴۷، حدیث نمبر ۴۰۵۴

۱۲۔ الانفال: ۲۷ ۱۳۔ النساء: ۱۰۵ ۱۴۔ الانفال: ۵۸

۱۵۔ ابوداؤد، کتاب فی الاستعاذہ، جلد دوم، صفحہ ۹۰، حدیث نمبر ۱۵۴۷

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



۱۶۔ بخاری، کتاب فضائل الصحاب النبیﷺ، جلد چہارم، صفحہ ۱۸۹، حدیث نمبر ۳۴۵۰ ۱۷۔.....؟
۱۸۔ الترغیب والترھیب، باب الترغیب فی انجاز الوعد والامانة..... الجزء الرابع، ترمذی، صفحہ ۴۱۱۔
۱۹۔ ابن تیمیة، السیاسة الشرعیة ۲۰۔ایضاً: صفحہ ۵، ۶
۲۱۔ حامد الانصاری، مولانا، اسلام کا نظام حکومت، لاہور، صفحہ ۱۴۵
۲۲۔ بخاری، کتاب الدعوات، جلد چہارم، صفحہ ۱۵۲، مزید باب المراۃ فی بیت زوجھا۔
۲۳۔ مسلم، الجامع الصحیح، باب فضیلۃ الامام العادل، ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والامارۃ، باب مایلزم الامام من حق الرعیة، حدیث نمبر ۲۹۲۸، جلد سوم، صفحہ ۱۳۰۔
۲۴۔ ابن تیمیہؒ ۲۵۔ بخاری، کتاب الاحکام، باب نمبر ۱، مسلم، کتاب الخراج والامارۃ، باب ۵
۲۶۔ اس سلسلے میں تفصیلات کے لئے دیکھیں: ابن تیمیه ، السیاسة الشرعیة،
الماوردی، الاحکام السلطانیة، صفحہ ۱۹۳
۲۷۔ ابوداؤد، کتاب الخراج والامارۃ، باب ماجاء فی طلب الامارۃ، حدیث نمبر ۲۹۳۰، جلد سوم، صفحہ ۱۳۰۔
۲۸۔ منذری، الترغیب والترھیب، کتاب فی العمل علی الصدقة بالتقویٰ، جلد دوم، صفحہ ۷۹
۲۹۔ ابوداؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفئ، باب فی ا لسعایة علی الصدقة، جلد سوم، صفحہ ۱۳۲، حدیث ۲۹۳۶
۳۰۔ الترغیب، کتاب فی العمل علی الصدقة بالتقویٰ، صفحہ ۷۹
۳۱۔ ایضاً، صفحہ ۸۰ ۳۲۔ایضاً، صفحہ ۸۰ ۳۳۔مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اجرالخازن الامین
۳۴۔ ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی ھدایا الامراء، جلد سوم، صفحہ ۶۲۱
۳۵۔ ابوداؤد، کتاب الامارۃ، باب فی غلول الصدقه، جلد سوم، صفحہ ۱۳۵، حدیث نمبر ۲۹۴۷
۳۶۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد اول، صفحہ ۴۲۲، زیر آیت آل عمران: ۱۶۱، (ماکان لنبی ان یغل...)
۳۷۔ الترغیب والترھیب، باب الترغیب فی العمل علی الصدقة، جلد دوم، صفحہ ۸۲
۳۷a۔ ایضاً، الترغیب فی انجازالوعد، جلد چہارم، صفحہ ۴۱۵، بحوالہ بخاری،
۳۸۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، صفحہ ۳۳۶
۳۹۔ ایضاً، صفحہ ۱۸۳
۴۰۔ ایضاً، صفحہ ۱۸۳
۴۱۔ یہ اصول وضوابط حدیث کی ہر کتاب میں کتاب الزکوٰۃ کے تحت بیان ہوئے ہیں مثلاً مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ارضاء الساعی مالم یطلب حراما، اور باب ارضاء السعادۃ۔
مزید دیکھیں: نور محمد غفاری، ڈاکٹر، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، صفحہ ۲۳۵ تا ۲۴۱
۴۲۔ اس سلسلے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: وان سیاسة الرسول ﷺ کانت تقضیٰ بتوزیع المال لبنورة ان جاء غدوة لم ینقف النھار اوعشیهٖ لم یبت حتیٰ یقسمه ذھبی، دول الاسلام فی تاریخ، جلد اول، صفحہ ۸
۴۳۔ اس سلسلے میں بہت سی مثالیں ڈاکٹر نور محمد غفاری نے نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، صفحہ ۲۷۷، ۲۷۸
۴۴۔ ابوداؤد، باب قبول ھدایا المشرکین، جلد سوم، صفحہ ۱۷۱، روایت نمبر ۳۰۵۵
۴۵۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، صفحہ ۲۳۶
۴۶۔ نسائی، سنن نسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب استعمال آل النبیﷺ علی الصدقة، حدیث نمبر ۲۶۱۴۔
ربیعہ بن حارث سے روایت ہے انہوں نے عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



پاس جاؤ اور کہو کہ ہمیں صدقات جمع کرنے پر عامل مقرر کردیں۔اتنے میں حضرت علیؓ آ گئے اور ہم اس حال میں بیٹھے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تم دونوں میں سے کسی کو عامل مقرر نہیں فرمائیں گے۔ پھر عبدالمطلب بن ربیعہ کہتے ہیں کہ پھر میں اور فضل دونوں مل کر چلے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: ''صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے وہ محمد ﷺ اور ان کی آل کے لئے جائز نہیں ہے''

۴۷۔ ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی تعظیم الغلول، جلد سوم، صفحہ ۶۸، حدیث نمبر ۲۷۱۲

۴۸۔ صفی الرحمٰن، مبارکپوری، مولانا، الرحیق المختوم، صفحہ ۳۱۰

۴۹۔ ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی الامام لیتاثر بشئ من الفئ لنفسه، جلد سوم، صفحہ ۸۲، حدیث نمبر ۲۷۵۵، (المکتبۃ العصریہ، مصر)

۵۰۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۸۲/۵۔ اس سلسلے میں بہت سی کتب میں احادیث کی روشنی میں تفصیلات بیان کی گئی ہیں، مثلاً نور محمد غفاری، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، صفحہ ۲۷۸، ۲۸۲، خالد علوی ڈاکٹر، انسان کامل، صفحہ ۴۶۵، ۴۷۲

۵۱۔ ابن ہشام، السیرة النبویه، جلد دوم، صفحہ ۱۴۰

۵۲۔ ترمذی، کتاب الزهد، باب معیشة النبی ﷺ، ۵۸۰/۴..... بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبیؐ، جلد ہشتم، صفحہ ۳۱۱..... بخاری، کتاب البیوع، باب شراء الحوائج بنفسه، مزید باب مرض النبی ﷺ

۵۳۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب تحریم الزکوٰة علی رسول الله ﷺ واله

۵۴۔ الهیثمی، مجمع الزوائد، منبع الفوائد، جلد سوم، صفحہ ۹۰، باب الصدقة

۵۵۔ مسلم، کتاب الرسول اللہ ﷺ ۵۶۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۸۹

۵۷۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، صفحہ ۳۳۶

۵۸۔ بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول الله تعالیٰ فان لله خمسه ۵۹۔.....؟

۶۰۔ مسلم، کتاب الامارة، باب تحریم هدایا العمال (اس باب میں سات ہم مضمون احادیث موجود ہیں) جلد سوم، صفحہ ۱۴۶۳ تا ۱۴۶۴، حدیث ۱۸۳۲..... ابوداؤد، سنن، کتاب الخراج الامارة، باب فی ارزاق العمال، حدیث ۱۱۷۳

۶۱۔ نور محمد غفاری، نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی، صفحہ.....؟

۶۲۔ ابوداؤد، کتاب الخراج الامارة، باب فی ارزاق العمال، جلد سوم، صفحہ ۱۳۴، حدیث نمبر ۲۹۴۳۔ مسلم، کتاب الامارة، باب تحریم الهدایا

۶۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد اول، صفحہ ۴۲۲، زیر آیت ﴿ماکان لنبی ان یغل﴾ (آل عمران:۱۶۱)

۶۴۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ ۴۲۲

۶۵۔ ابوداؤد، کتاب الخراج والامارة، باب فی ارزاق العمال، جلد سوم، صفحہ ۱۳۴، حدیث نمبر ۲۹۴۵

۶۶۔ ایضاً، صفحہ ۱۱۷۲ ۶۷۔ ابن کثیر، جلد اول، صفحہ ۴۲۱

۶۸۔ مسلم، کتاب الامارة، باب تحریم الهدایا العمال، جلد سوم، صفحہ ۱۴۶۵، حدیث نمبر ۱۸۳۳
ابوداود، کتاب الاقضیه، باب فی هدایا العمال، جلد دوم، صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱، حدیث نمبر ۳۵۸۱

۶۹۔ ابن کثیر، جلد اول، صفحہ ۴۲۲

۷۰۔ ایضاً، صفحہ ۴۲۳

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



مقالات

پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار☆

# اکبر الہ آبادی اور جدید ذھن

اکبر الٰہ آبادی اور ڈاکٹر محمد اقبال نے جو تہذیبی جنگ گذشتہ صدیوں میں لڑی، اس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس لئے جدید ذہن اور نئی نسلوں کے لئے اِن کے اَفکار آج بھی تازہ اور بصیرت افروز ہیں۔

کلامِ اکبر کا مطالعہ کیا جائے تو گذشتہ اور موجودہ صدی کی کشمکش کے بہت سے گوشے سامنے آتے ہیں۔ اس زمانے کا شاید ہی کوئی واقعہ یا مسئلہ ایسا ہوگا جو لسان العصر اکبر کی نظر سے اوجھل رہا ہو۔ ان کے نکتہ رَس ذہن نے ظریفانہ انداز میں یا سنجیدہ پیرائے میں ہر اس بات کا نوٹس لیا جو قومی زندگی اور تہذیب و معاشرت پر اثر انداز ہونے والی تھی۔ ان میں بعض وقتی اور ہنگامی باتیں بھی ہیں اور ایسی باتیں بھی جو ملک اور قوم کی تقدیر اور تاریخ بنا رہی تھیں۔ نکتہ چینوں کو اکبر کے ہاں پائپ کے پانی اور ٹائپ کے حروف سے لے کر پیرس سوپ، ڈاسن کے بوٹ، سولا ہیٹ، جیکٹ و پتلون، مس (Miss) کے لونڈر اور بیگم کے عطر حنا تک بے شمار چھوٹی چھوٹی چیزوں کا اتا پتا مل جائے گا اور وہ اپنی تخلیقی تنقید کے شوقِ فضول کی تسکین کے لئے اکبر پر جو اتہامات چاہیں، باندھ سکتے ہیں لیکن بنظر انصاف دیکھا جائے تو کلامِ اکبر کا یہ حصہ جو آج سطحی اور فروعی باتوں کا آئینہ دار نظر آتا ہے، دلچسپ ہونے کے باوجود یہ مقدار میں بہت تھوڑا ہے۔

اکبر کی ظرافت کو بھی یار لوگوں نے بہت اُچھالا، اور اس میں شک نہیں کہ اکبر کا ظریفانہ اسلوب ان سے مختص ہے۔ لیکن ایک تو یہ ظرافت ان کے آنسوؤں کی پردہ دار ہے، دوسرے یہ ظریفانہ کلام بھی ان کے مجموعہ کلام میں مقدار کے اعتبار سے کوئی بہت زیادہ نہیں۔ اکبر کا سنجیدہ، عارفانہ کلام جس میں حکمت و دانش کے بے شمار موتی بکھرے ہوئے ہیں، کیفیت و کمیت کے اعتبار سے بہت زیادہ ہے لیکن اس پر ہمارے دانشمندوں نے بہت کم توجہ فرمائی ہے۔ نصف صدی کا عرصہ ہوا، اکبر کی سنجیدہ شاعری پر ایک مضمون 'علی گڑھ میگزین' اکبر نمبر میں، میری نظر سے گزرا تھا۔ ورنہ عام نقادوں نے اس حقیقت کا احساس ہی نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اکبر کو سمجھنے میں بہت کوتاہی ہوئی ہے۔

کلامِ اکبر کے کئی اہم اور مستقل پہلو ہیں جن پر غور کیا جائے تو ان پر طویل مضامین لکھے جاسکتے ہیں، اور گذشتہ دور کی داستانِ ہوا و ہوس کی رنگینیاں اور جذبہ عشق و مستی کی کرشمہ سازیاں بیان کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ہم اس وقت تین اہم رجحانات پر، جو جدید ذہن کو متاثر کرنے والے ہیں، نہایت اختصار سے گفتگو

☆ مدیر مجلّہ 'اقبال' ..... بزم اقبال، لاہور

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



کریں گے، یہ رجحانات سیاسی، تعلیمی اور تہذیبی مسائل کے بارے میں ہیں۔

سیاسی حالات اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عوامل بدلتے رہتے ہیں لیکن تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کو یہ ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں نظر آئیں گی۔ اسی لئے اقبال نے تاریخ کو قومی حافظے سے تشبیہ دی ہے[1]۔ اگر اس حافظے سے ماضی کے واقعات کا ریکارڈ محو کر دیا جائے تو حال بے معنی ہو جائے گا اور مستقبل کے بارے میں کوئی صورت سوچی بھی نہ جا سکے گی۔ مثلاً یہ دیکھئے کہ ہم نے آزادی کس طرح حاصل کی اور ظہورِ پاکستان کے اسباب وعلل کیا تھے؟ ان باتوں سے موجودہ اور آئندہ نسلوں کو بے خبر کر دیا جائے تو دشمن کے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر وہ اسے بے معنی سمجھنے لگیں گی۔ لیکن اگر انہیں ان احوال وکوائف سے باخبر رکھا جائے جن کے نتیجے میں پاکستان بنا اور انگریزی استعمار اور ہندو سامراج کے دوہرے عذاب سے ہمیں نجات ملی، تو قلب وذہن میں کوئی تشکیک پیدا نہ ہو سکے گی۔

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی سے لے کر ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کے یومِ آزادی تک ہماری پچھلی اور موجودہ نسلوں کو بے شمار مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ ان میں تین مراحل بڑے واضح ہیں۔ پہلا مرحلہ ۱۸۵۷ء کے بعد نصف صدی تک پھیلا ہوا ہے جس میں شکست خوردگی اور احساسِ کمتری کا رجحان غالب رہا، پھر بیسویں صدی کے آغاز سے سیاسی بے چینی اور بے اطمینانی کا لاوا پکنے لگا اور محکومی کا احساس شدت سے قلب وذہن کو متاثر کرنے لگا۔ یہ رجحان پہلی جنگِ عظیم تک نتیجہ خیز مرحلے میں داخل ہو چکا تھا اور پھر تیسرا رجحان تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات کی گرمئ ہنگامہ کی صورت میں نمودار ہوا جس نے برطانوی استعمار کی بنیادوں کو ہلا دیا اور اسے مجبور کر دیا کہ وہ اصلاحات کی رفتار کو تیز کرے اور جلد از جلد اپنا بوریا بستر گول کرے۔ دوسری جنگِ عالمگیر نے اس رجحان کو اس کے منطقی انجام سے مزید قریب تر کر دیا۔ نتیجۃً برصغیر کو آزادی ملی اور بھارت اور پاکستان دو آزاد ملک معرضِ وجود میں آئے۔

لسان العصر اکبر کو اس تاریخی عمل میں جس دور سے سابقہ پڑا، وہ ۱۸۵۷ء کے بعد کی شکست خوردگی کے احساس سے لے کر تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات کا زمانہ ہے۔ جنگِ آزادی کا ہنگامہ برپا ہوا تو اکبر گیارہ بارہ سال کے تھے۔ تحریکِ خلافت عروج پر تھی جب انہوں نے رحلت فرمائی۔ پہلے دو مرحلوں کے نشانات کلام اکبر میں بڑے واضح ہیں اور آخر مرحلے کے بارے میں حکیمانہ اشارات ملتے ہیں۔ بیسویں صدی کے شروع میں تو اکبر کے ہم نوا، رازداں اور بھی پیدا ہو چکے تھے۔ اقبال، ظفر علی خان، محمد علی، شوکت علی، ابوالکلام آزاد، حسرت موہانی، جن کی للکار و پکار نے لوگوں کے حوصلوں میں جولانی پیدا کر دی تھی، لیکن انیسویں صدی کے شکست خوردہ ماحول میں اکبر کو یہ جنگ تنہا لڑنی پڑی ؎

ہے اکبر بے کس ایک طرف اور ساری خدائی ایک طرف!

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اکبر نے برطانوی استعمار کے خلاف محکوم اور لاچار قوم کی یہ جنگ شعری فنون کے ایسے حربوں سے لڑی جو ان کی ذاتی آرڈیننس فیکٹری میں ڈھالے گئے تھے۔ سرد موسم کی برف بار ہواؤں میں شاہد معنی نے ظرافت کا لحاف اوڑھ کر وہ سب کچھ کہہ ڈالا جو اس زمانے میں کسی حریت پسند کے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا ؎

پالیسی ان کی رہے قائم ہماری دل لگی!

صاحب کی استعماری پالیسی اور اس کے بارے میں اکبر کی یہ دل لگی ہماری تاریخی جدوجہد کا بڑا صبر آزما مرحلہ تھا جس کی اہمیت کا اعتراف ابھی تک نہیں کیا جا سکا۔ ایک سامنے کی مثال لیجئے جواب خود تاریخ بنتی جا رہی ہے۔ ۱۹۵۸ء کا مارشل لاء لگا تو سب لوگ منقارِ زیر پر تھے۔ ملک میں سیاسی گھٹن کی فضا تھی۔ اہل دل دم بخود تھے۔ اس عالم میں ایک منحنی سے انسان محمد رستم کیانی نے ایک اندازِ خاص میں صدائے حق بلند کی۔ اقتدار کی جبینوں پر شکن پڑے، تیوری چڑھی لیکن کہنے والا اپنے اسلوب میں جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہتا چلا گیا۔ اس مثال کو سامنے رکھ کر اکبر کے سیاسی افکار کا جائزہ لیں تو یہ منظر نگاہوں کے سامنے آئے گا کہ جب برصغیر میں سیاسی عمل مفقود تھا، ملک میں صرف ایک طاقت نظر آتی تھی اور وہ برطانوی شہنشاہیت تھی۔ خاص و عام سب اس کی تعریف میں رطب اللسان تھے، اکبر بھی اس ہجوم میں شامل ہو کر ان کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے، لیکن ساتھ ہی مقطعے میں آ کر یہ سخن گسترانہ بات کہہ جاتے ہیں ؎

جب اتنی نعمتیں موجود ہیں یہاں اکبر
تو حرج کیا ہے جو ساتھ اس کے ڈیم فول بھی ہے!

محکوموں کی بے حسی پر عبرت کا یہ تازیانہ برسانا اور حاکموں کی فرعونیت پر طنز کا یہ تیر چلانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اکبر کا یہ شعر تو اکثر زبانوں پر آ جاتا ہے: ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

صنعتِ تلمیح کے پردے میں استعماری نظامِ تعلیم پر اس سے بہتر تنقید اور کیا ہو سکتی ہے۔ 'جلوہ دربار دہلی' میں برٹش امپیریلزم کے اَوج و اِقبال کا نقشہ کس نے نہیں دیکھا؟ ایک لاغر و منحنی سا شاعر 'آنکھیں میری، باقی ان کا' کی اوٹ سے کرزن مہراج کے رخِ انور پر پڑے ہوئے استعماری پردے کو اس جسارت سے نوچ ڈالتا ہے۔ پھر مس (Miss) 'برقِ کلیسا' کو کون بھول سکتا ہے جس کے جوبن اور اُبھار پر اکثر لیڈرانِ قوم فریفتہ ہو چکے تھے۔ اس کے ناز و انداز اور بے رخی و کج ادائی کا عالم یہ تھا: ؎

غیر ممکن ہے مجھے اُنس مسلمانوں سے
بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اور جب عاشق وارفتہ کی بے ضمیری وخود فروشی یہاں تک پہنچ جاتی ہے:

میرے اسلام کو ایک قصہ ماضی سمجھو

تو محبوبہ ہرجائی کی خود سپردگی کا معاملہ یہ ہوتا ہے:

ہنس کے بولی کہ تو پھر مجھ کو بھی راضی سمجھو!

صرف یہ دو نظمیں ہی اکبر کی سیاسی بصیرت، جرأت و ہمت اور ان کے قومی کردار کی مکمل نشاندہی کے لئے کافی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اکبر نے اپنی نظموں اور غزلوں میں جابجا بڑے بلیغ انداز میں اس دور کے سیاسی اَحوال کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ ظرافت، شوخی اور تغزل کے دلفریب پردوں میں جھانک کر دیکھا جائے تو ہمیں اکبر کی ذات میں ایک جری سیاسی مفکر چھپا ہوا نظر آئے گا۔ زیادہ تفصیلات میں جانے کا موقع نہیں۔ امتثالِ حقیقت کے طور پر غزل کے دو شعروں ہی کو لیجئے اور غور فرمایئے کہ کس حسن تغزل کے ساتھ اکبر اپنے عہد کے سیاسی اَحوال کو ان شعروں میں سمو گئے ہیں۔ ایک شعر ہے:

بارِ احسان جسے کہتے ہیں وہ ہے کوہِ جفا

کاش نادم ہوں یہ احسان جتانے والے

"White Man's Burden" کی تاریخی اصطلاح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس شعر کو دوبارہ پڑھیئے، استعماری عمل اور اکبر کے فکری ردّعمل کا مفہوم پوری طرح واضح ہوجائے گا۔ دوسرا شعر عرض ہے:

گائیں سبزہ پا گئیں کر کے کلیل

اونٹ کانٹوں پر لپکتے ہی رہے

اکبر کی شعری علامات میں گائے ہندو قوم اور اس کی تہذیب کی نمائندگی کرتی ہے اور اونٹ مسلم قوم کی۔ اب اس شعر کو ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات کے آئینے میں دیکھئے جب ہندو قوم برطانوی حکومت سے تعاون کرکے سرسبز ہو رہی تھی اور مسلمان نشانۂ عتاب و انتقام بنے ہوئے تھے اور تقسیم ملک اور ریڈ کلف ایوارڈ تک بنے رہے!

ایک شعر اور سن لیجئے۔ تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات کے زمانے کا ہے۔ وضاحت کی یہاں شاید ضرورت نہ پڑے:

گاندھی سے کیوں ہو وحشت باطن کی مسٹری ہے

شوکت سے کیوں نہ کھٹکیں ان کی تو ہسٹری ہے

مجھے امید ہے اکبر کا سیاسی تفکر اور کردار ان چند مثالوں سے بخوبی واضح ہوگیا ہوگا۔ اکبر کی شاعری کا یہ پہلو جدید ذہن کے لئے بڑا سبق آموز ہوسکتا ہے۔ زمانۂ محکومی میں استعمار کا رنگ روپ کیا تھا، ہندو مسلم

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



تعلقات کس نہج پر جارہے تھے، اور مستقبل قریب میں اس کے کیا نتائج نکلنے والے تھے؟ یہ باتیں ہمیں کلامِ اکبر میں ملیں گی۔ اکبر کے بہت سے اندیشے درست ثابت ہوئے۔ کچھ باتیں وقتی حالات کے ساتھ رفت گذشت ہوگئیں۔ بہرکیف خود شناسی کے نقطہ نظر سے یہ موضوع پرانا ہونے کے باوجود نیا بھی ہے۔

(۲) اب میں دوسرے رجحان یعنی جدید مغربی تعلیم کے نازک مسئلے کی طرف آتا ہوں۔ جدید تعلیم کا مسئلہ گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے ایک اہم بلکہ بنیادی اور اختلافی مسئلے کے طور پر ہماری قومی زندگی کو متاثر کئے ہوئے ہے۔ جدید تعلیم سے مراد اگر محض مغربی علوم کی تحصیل ہوتی، تو شاید کوئی بھی صحیح الخیال انسان اس کی مخالفت نہ کرتا، اور اس کی افادیت کو شک کی نظروں سے نہ دیکھتا۔ لیکن اصل مسئلہ تو اس غرض وغایت کا تھا جو نئی تعلیم کے جاری کرنے میں کارفرما تھی۔ اور یہ غایت بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ برصغیر کے پہلے تعلیمی کمیشن کے چیئرمین لارڈ میکالے نے اپنی تعلیمی روداد (Minuts) میں جدید تعلیم کے استعماری مقصد کو بڑے نمایاں طور پر بیان کردیا تھا کہ ''ہمیں اس وقت لازماً ایک ایسا طبقہ بنانا چاہئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو، اور یہ طبقہ ایسا ہونا چاہئے جو رنگ اور خون کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو، مگر مذاق اور رائے، اخلاق اور ذہن کے اعتبار سے انگریز ہو''۔ (۲)

میکالے کے بیان کردہ اس مقصد کو سامنے رکھئے اور جدید مغربی تعلیم پر لسان العصر کی تنقید کو دیکھئے، تو اس بارے میں کوئی اِبہام باقی نہیں رہے گا۔ اکبر مغربی علوم کے مخالف نہیں تھے۔ وہ تو اس استعماری، سرکاری تعلیم کے مخالف تھے جس کا مقصد قوم کے نونہالوں کو ذہنی اصطباغ دینا تھا:

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے؟ فقط بازاری ہے
جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے؟ فقط سرکاری ہے
صیاد ہنر دکھلائے اگر تعلیم سے سب کچھ ممکن ہے
بلبل کے لئے کیا مشکل ہے اُلو بھی بنے اور خوش بھی رہے

یہ وہ نازک مسئلہ تھا جس پر اکبر کا شیخ بقولِ اقبال ''مغربی تعلیم کے بارے میں سرسید احمد خان کے ساتھ مدۃ العمر'' لڑا جھگڑا کیا۔ آج ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بے چارے قدامت انتساب شیخ کا خوف کچھ بے بنیاد نہ تھا''(۳)

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

مسیحی پادری تو ہماری قوم کے بچوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب نہ ہوسکے لیکن استعماری تعلیم نے انہیں ذہنی اصطباغ دے کر اپنے حسب ونسب سے بیگانہ بنا دیا:

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی، کلرکی کر، خوشی سے پھول جا

جدید تعلیم کے نام پر علوم سے زیادہ مغربی کلچر کی نقالی پر، انگریزی زبان سے زیادہ انگریزیت کی طرف میلان بڑھا، اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ بلکہ آزادی سے قبل سیاسی تحریکوں کی بدولت جو تھوڑا بہت حجاب تھا، یا قومی شعور اُبھرا تھا، وہ بھی آزادی کے بعد ختم ہوتا نظر آتا ہے۔ اور مغربی کلچر اور انگریزیت کا شوق ایک خاص طبقے میں جنون کی حد تک بڑھ گیا ہے۔ یہ سوچنے کی بات ہے، کیا یہ طبقہ وہی تو نہیں جس کا تخیل میکالے کے ذہن میں پیدا ہوا تھا؟

آزادی کے بعد تعلیمی جہت کو درست کرنے اور اسے قومی مقاصد سے ہم آہنگ بنانے کے لئے کئی تعلیمی کمیشن بٹھائے گئے۔ لیکن ہر کمیشن زبانی لیپا پوتی کرکے اور ہاتھ کی صفائی دکھا کر رخصت ہوا۔ رہی سہی کسر عمل درآمد کمیٹیوں نے نکال دی۔ نتیجہ یہ کہ بنیاد وہی رہی۔ میکالے کا نظریۂ تعلیم آج بھی کامیاب ہے، بلکہ پہلے سے کامیاب تر۔ اب ہر کوئی انگریز سے زیادہ انگریزی کا دلدادہ، انگریزی سے زیادہ انگریزیت کا شیدائی اور انگلش میڈیم سکولوں کا فدائی ہے۔

اندریں حالات اکبر کے تعلیمی اَفکار آج بھی ہمارے لئے ایک لمحہ فکریہ مہیا کرتے ہیں۔ انہوں نے مغربی علوم کی مخالفت نہیں کی۔ البتہ قومی تعلیم کے لئے ایک غایت کی نشاندہی ضرور کردی ہے:

تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اُڑو چرخ پہ جھولو
لیکن ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اکبر کے نزدیک علم کی منتہائے مقصود تو یہ ہے:

علم وہ خوب ہے جو حسن عمل تک پہنچے
ذوق وہ خوب کہ جو رازِ اَزل تک پہنچے

تعلیمی مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے اکبر نے کچھ ترجیحات بھی قائم کی ہیں۔ قومی تشخص کے نقطہ نظر سے انہوں نے دینی اور اَخلاقی پہلوؤں پر خاص زور دیا ہے۔ مادّی نقطہ نظر سے تجرباتی سائنس اور صنعتی تعلیم کو اوّلین حیثیت دی ہے۔ پھر اَدب اور آرٹ کے مضامین آجاتے ہیں۔ فلسفہ چونکہ ذہنوں میں

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



تشکیک پیدا کرتا ہے۔ اس لئے فلسفے سے خود دلچسپی رکھنے کے باوجود اکبر نے فلسفے کی تعلیم سے عام طور پر بچنے کی تلقین کی ہے:

فلسفے میں کیا دھرا ہے گھر کا ہو یا لندن
سعی کا موقع ملے تو آرٹ یا سائنس سیکھ

............

عزم کو تقلید مغرب کا ہنر کے زور سے
لطف کیا ہے لد لئے موٹر پہ زَر کے زور سے

جدید تعلیم پر اکبر کی تنقید اور پھر مثبت انداز میں ان کی تلقین کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں اور یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اکبر کا نظریۂ تعلیم گذشتہ دور ہی میں نہیں، آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے۔

(۳) اب میں تیسرے رجحان، تہذیبی پہلو کی طرف آتا ہوں۔ سیاسی محکومی اور اس کے بعد استعماری تعلیم کی بدولت ذہنی محکومی کا تلخ پھل جدید تہذیب و معاشرت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اکبر اور اقبال کو اپنے اپنے زمانے میں اس محاذ پر سخت معرکہ آرائی سے دوچار ہونا پڑا۔ سرسید احمد خان نے 'تہذیب الاخلاق' جاری کرکے اپنی 'وحشی' قوم کے سامنے یہ نصب العین رکھا کہ وہ کامل درجے کی سولیزیشن یعنی تہذیب اختیار کرے [۴]۔ کامل درجے کی تہذیب کا یہ تصور انہوں نے مغرب سے لیا تھا:

''تمام خوبیاں دینی اور دنیوی جو انسان میں ہونی چاہئیں، وہ خدا تعالیٰ نے یورپ کو اور اس میں بالتخصیص انگلینڈ کو مرحمت فرمائی تھیں'' ۔ [۵]

سرسید احمد خان بڑے ہی مخلص تھے اور بقولِ حالی ''قوم کے سچے بہی خواہ تھے'' [۶] وہ اسلامی درد سے بھی بہرہ ور تھے۔ یہ سب باتیں بجا، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کا یہ اقدام یا تجربہ نہایت خطرناک عواقب کا پیش خیمہ تھا۔ بقولِ اکبر:

سر میں تھا سید کے قرآں ، زیر پا میخانہ تھا !

احساسِ شکست میں مبتلا محکوم قوم کو یہ مشورہ دینا دو اَحوال سے خالی نہ تھا۔ یا تو وہ انگریزوں کی طرح 'سراپا مہذب' بن جائے اور یا پھر جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے بھی ہاتھ دھو کر نہ اِدھر کی رہے نہ اُدھر کی:

مرید دھر ہوئے وضع مغربی کرلی
نئے جنم کی تمنا میں خودکشی کرلی

اکبر کے لئے یہ ساری صورت حال بڑی الم انگیز تھی۔ ان کے نزدیک یہ وقت نئے تجربات کے لئے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



موزوں نہیں تھا:

کہ فرطِ ضعف نہیں وقت آپریشن کا

اکبر کے انتباہ کی پرواہ نہ کی گئی۔ تجربے ہوتے رہے۔ نئی نئی آنچیں لگتی رہیں اور ان میں بے کس قوم پگھلتی رہی۔ نہ مشرقی رہی، نہ مغربی بنی۔ عجیب وغریب سانچے میں ڈھلتی رہی اور اکبر بھی اپنے عجز وانکسار کے باوجود ساری عمر یہ تہذیبی جنگ لڑتے رہے۔ ناکامیوں اور مایوسیوں کے باوجود انہوں نے حرب وپیکار میں حوصلہ نہیں ہارا۔ مغربی تہذیب اپنے ساتھ اِلحاد، بے یقینی، نفس پروری، بے اخلاقی، بے راہ روی کا سیلاب لا رہی تھی۔ اکبر سیاسی محکومی کا کڑوا گھونٹ ظرافت کی حلاوت کے ساتھ حلق سے نیچے اُتار سکتے تھے۔ ایک طالبِ صادق کی طرح مغربی علوم کو بھی خوش آمدید کہہ سکتے تھے۔ لیکن یہ تہذیبی مرحلہ ان کے لئے، ان کی قوم وملت کے لئے سخت آزمائش کا تھا۔ یہاں سپر اندازی کا مطلب قوم کی مکمل شکست اور ہمیشہ کی ذلت ورسوائی کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا:

ہرگز نہیں ہم کو سلطنت کا افسوس ہے ابتریٔ معاشرت کا افسوس
انگریزوں پہ ہے بہت کم الزام اسکا ہے اپنی ہی میل معصیت کا افسوس

کیونکہ ''طالبِ حق کو فلک نے ان کا طالب کردیا'' تھا۔ اکبر کا غیر متزلزل عقیدہ تھا کہ آقا ومولاءِ یثربؐ کی متعین کردہ راہ سے ہٹ کر ہماری تہذیب ومعاشرت کا کوئی تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ حجازی تہذیب، باخدا تہذیب ہے اور اسلامی معاشرت حیادار معاشرت ہے۔ اس کی عبادات، اس کے معاملات، اس کی تفریحات، اس کا لباس، اس کی خوراک، اس کی رہائش، اس کے اسلوبِ حیات کے جملہ مظاہر عقیدۂ توحید ورسالتؐ سے پھوٹتے ہیں۔ موسمی اور مقامی تنوعات کے باوصف یہ تہذیب اپنے ہی محور یعنی دین حق کے گرد گھومتی ہے۔ دین سے بیگانہ ہوکر مسلمان کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا۔ اس لئے اکبر ایسی مفاہمت کے قائل نہ تھے جس میں دین ہاتھ سے دینا پڑے۔ مصلحین قوم اور اکبر میں نزاع کا باعث درحقیقت اکبر کا یہی بے لچک رویہ تھا جو انہوں نے دین کے دفاع کے لئے ساری عمر اختیار کئے رکھا:

دل ہی دیتا تھا یہ ، وہ دین بھی کرتے تھے طلب
یہی باعث ہے کہ اکبر سے ، بتوں سے نہ بنی

ہم یہ نہیں کہتے کہ سرسید احمد خان کو اس تجربے کی ہلاکت آفرینی کا احساس نہیں تھا۔ یہ تو ماننا پڑتا ہے کہ وہ ایک جری مصلح تھے، اور ان کی 'ڈسپاٹک' طبیعت میں انتہا پسندی موجود تھی۔ اس معاملے میں سرسید کے رفقا نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، مولوی سمیع اللہ خان، حالی، شبلی، نذیر احمد کے خیالات ان سے بہت مختلف اور اکبر کے بہت قریب تھے۔ خود سرسید کو بھی آخری زمانے میں اپنے تجربے کی ناکامی کا

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



احساس ہوگیا تھا۔ کیونکہ نئی نسل جس رنگ میں سامنے آئی اس کا تو وہ تصور بھی نہ کرتے تھے :

نہ حالی کی مناجاتوں کی پرواہ کی زمانے نے
نہ اکبر کی ظرافت سے رکے یارانِ خود آراء

تہذیبی جنگ کا یہ سلسلہ اکبر اور سرسید کے دور سے گزر کر کئی مرحلے طے کر چکا ہے۔ سیاسی تحریکوں نے بھی اس کا رخ بدلا۔ اقبال نے بھی تہذیبِ حاضر کے خلاف اعلانِ جنگ کر کے اس کے دباؤ کو بہت کم کیا۔ لیکن کچھ ایسے حقائق بھی سامنے آتے ہیں جو مسلمانوں کے مزاج کے حوالے سے ذرا غور طلب ہیں۔ ایک کھٹک قلب و ذہن میں اکثر محسوس ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو غیروں سے زیادہ اپنوں سے کیوں نقصان پہنچتا ہے؟ یہ عجیب واقعہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک موقع پر اینٹی گاڈ سوسائٹی بنی۔ (۸) معاذ اللہ! یہ شرف بھی ایک مسلم یونیورسٹی ہی کو حاصل ہونا تھا۔ کسی دوسری یونیورسٹی کو یہ اعزاز نہ مل سکا۔ پھر ملحد اساتذہ کی کمین گاہیں بھی مختلف محمڈن اینگلو اورینٹل یا اسلامیہ کالجوں میں موجود رہیں۔ کسی دیانند اینگلو ویدک کالج، کسی سناتن دھرم کالج، کسی خالصہ یا مشن کالج کو یہ توفیق بھی نصیب نہ ہوسکی!

وہ تو گرجا پر رکا اور یہ گیا کعبے کو پھاند!

کوئی تحقیق کرنا چاہے تو یہ موضوع عبرت آموز ہونے کے علاوہ دلچسپ بھی ہے کہ جو تعلیمی ادارے غریب مسلمانوں کے چندے اور مسلم ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے چٹکی چٹکی آٹے کے ذریعے بنے، ان میں اسلام کے خلاف یہ مورچے کیونکر قائم ہوئے؟

اس ذہنی کھٹک کو لئے ایک روز میں غازی علم الدین شہید کے مرقد پرانوار پر پہنچا کہ شمع رسالت کا یہ پروانہ شاید میری کچھ رہنمائی کرے۔ مرقد سے ندا آئی کہ:

''مسلمان جب تک اپنے عقیدے و ایمان پر قائم رہتا ہے، وہ فاسق و فاجر بھی ہو، پھر بھی اس میں قومی غیرت وحمیت باقی رہتی ہے۔ عقیدے سے منحرف ہو کر وہ اللہ اور رسول ﷺ ہی کا باغی نہیں ہوتا، بے غیرت بھی ہو جاتا ہے، اور اسلامی معاشرے میں بے غیرتوں کا کوئی مقام نہیں!''

اس سوال و جواب کو چھوڑتے ہوئے میں اس بات کی طرف آتا ہوں کہ دورِ حاضر کی اس تہذیبی جنگ یا معرکہ روح و بدن کے سلسلے میں اکبر کا جدید ذہن سے کیا تعلق ہے؟

یہ امر کوئی ایسا مخفی نہیں رہا کہ تہذیبِ مغربی اب نزع کی حالت میں ہے۔ بھاپ سے گزر کر ایٹمی توانائی تک رسائی حاصل کر لینے اور چاند تک پہنچ جانے کے باوجود اہل مغرب کو دھرتی پر سیدھے سبھاؤ چلنا نہیں آیا۔ مشرق کا انسان تو ان کے ہاتھوں دکھی تھا ہی، اب خود ان کا گھر بھی دکھوں کی آگ سے جل رہا ہے۔ بدن پھنک رہا ہے، روح تڑپ رہی ہے۔ اکبر نے شاید اسی وقت کی پیش گوئی کی تھی :

اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



ناز اتنا نہ کریں ہم کو مٹانے والے

آخر یہ ہزاروں، لاکھوں ہی کس خوشی میں دربدر مارے مارے پھر رہے ہیں؟ یہ اجتماعی خودکشیاں کیوں ہورہی ہیں؟ حقیقت میں یہ اس مادر پدر آزاد تہذیب کے مایوس العلاج مریض ہیں جنہیں کھاؤ پیئو اور عیش کرو کا سبق دیا گیا تھا۔ اب یہ اس عیش مسلسل سے اکتا گئے ہیں۔ ان کی حیوانی خواہشات کی تسکین نہ خمر وخنزیر سے ہورہی ہے، نہ چرس اور ہیروئین سے۔ اس تہذیب کا بھیانک انجام اب کوئی دور نہیں، لیکن حیرت تو اس بات پر ہے کہ ہمارے کھاتے پیتے خوش حال گھرانوں کے کچھ چشم و چراغ ابھی تک اس لبِ گور تہذیب کے صیدِ ہوس بنے اپنی دنیا و عاقبت خراب کررہے ہیں!

دوسری طرف عالم اسلام کا ایک بڑا حصہ سیاسی محکومی کی زنجیریں توڑ کر حریتِ فکر وعمل کا متلاشی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا انقلاب ہے جس کے جلو میں پندرہویں صدی ہجری کا آفتاب عالم تاب چند برس قبل طلوع ہوچکا ہے!!

اسلامی دنیا کی پسپائی کا زمانہ ختم ہوا۔ اب اس کی کارفرمائی کا دور شروع ہورہا ہے۔ اس عالم میں اقبال اور اکبر اسلامی دنیا کے بہت بڑے فکری رہنما ثابت ہوسکتے ہیں۔ اقبال کے سامنے اس عصر نو کی سحر بے حجاب تھی۔ اکبر شب رفتہ کے مسافر تھے۔ لیکن اس مردِ حق آگاہ نے کفر والحاد کی اس شبِ تیرہ وتار میں بھی حجازی تہذیب کے چراغ نیم شبی کو اپنے آنسوؤں کی لو سے روشن رکھا اور اعلاءِ کلمۃ الحق سے کبھی منہ نہ موڑا!

وجد میں آئے حیرتوں میں رہے عجز کے ساتھ لب کشائی کی
بندگی کا صلہ ملے نہ ملے داد دے دی مگر خدائی کی

## حوالہ جات


۱۔ رموز بے خودی
۲۔ منٹس آن ایجوکیشن ان انڈیا، کلکتہ ۱۸۶۲ء، ص ۱۱۵
۳۔ ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر
۴۔ تمہید پرچہ 'تہذیب الاخلاق'
۵۔ مسافرانِ لندن، ص ۱۸۵
۶۔ حیاتِ جاوید (دیباچہ)
۷۔ حیاتِ جاوید، ص ۳۳۲
۸۔ مکتوباتِ اقبال بنام سید نذیر نیازی، ص ۲۰۰ تا ۲۰۴


www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



فتنۂ لسانیت

محمد عطاء اللہ صدیقی

دوسری قسط

# پنجابی کانفرنس.....ایک ناقدانہ جائزہ

[گذشتہ سے پیوستہ] اس تحقیقی مقالہ میں انہوں نے نہایت تفصیل سے پنجابی زبان کے کلاسیکل شعرا اور صوفیا کی شاعری پر قرآن مجید کے اثرات کو بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر جعفری صاحب لکھتے ہیں:

''لوک گیتوں کے علاوہ بھی ہماری ساری پنجابی شاعری پر بالعموم اور صوفیانہ شاعری پر خاص طور پر قرآنِ پاک کے اثرات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ پنجابی شاعری کا سنگِ بنیاد مسلمانوں کے ہاتھوں رکھا گیا۔ اس لئے اس میں قرآن پاک کے لسانی، فکری اور موضوعاتی اثرات کا ہونا ایک فطری بات تھی۔'' (نویں زاویے، ص ۴۷۰)

ڈاکٹر جعفری صاحب نے صوفیانہ شاعری کے بڑے ناموں کا تذکرہ اس مضمون میں کیا ہے۔ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ کو قرآن پاک، تفسیر اور فقہ پر عبور حاصل تھا۔ آپ شریعت کے پابند اور طریقت کے محرمِ راز تھے۔ آپ نے پنجابی شاعری کو اپنے خیالات کے اظہار اور اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا اور قرآن پاک کے فکری نظام کو شعروں کی صورت میں اس قدر عام فہم اسلوب میں بیان کیا کہ معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی ان خیالات، اور تعلیمات کو سمجھ لیتا تھا۔'' (صفحہ ۴۷۰)

ان کے بیان کے مطابق شاہ حسین لاہوری قرآن پاک کے حافظ، تفسیر، احادیث اور فقہ کا کافی علم رکھتے تھے۔ شاہ حسین نے ۱۶۴ کافیاں لکھیں جن میں قرآن پاک کے مضامین اور احادیثِ نبویؐ کی روح موجود ہے۔ حضرت سلطان باہو عربی اور فارسی کے بڑے عالم تھے۔ آپ کی بہت ساری کتابیں فارسی زبان میں ہیں۔ پنجابی میں آپ کا کلام ایک سہ حرفی شکل میں موجود ہے جس میں قرآنی آیات کے تراجم، احادیث کے مضامین، اور مسائل تصوف بیان کئے گئے ہیں۔ بابا بلھے شاہ قصوری نے مشہور عالم مولوی غلام مرتضیٰ سے قرآن پاک کی تفسیر کا علم حاصل کیا۔ وہ قرآن مجید کے گہرے رموز سے واقف تھے۔ تفسیر اور احادیث پر عبور رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں قرآن پاک کی آیات کے ترجمے، احادیث کے مضامین اور فقہی مسائل واضح انداز میں موجود ہیں۔ ہیر کا قصہ لکھ کر شہرت پانے والے وارث شاہ کو بھی قرآن پاک، حدیث اور تفسیر پر مہارت حاصل تھی۔ اس لئے ان کے اشعار میں کمال خوبصورتی سے قرآنی آیات کے مفاہیم کو سمویا ہے۔ وارث شاہ کا ایک مصرعہ ہے ؎

ایہہ قرآن مجید سے معنے نہیں جھیڑے
شعر میاں وارث شاہ دے نیں

میاں محمد بخش نے قرآن پاک کی تفسیر کا علم حافظ ناصر سے حاصل کیا۔ آپ فارسی اور عربی کے عالم تھے۔ آپ کو قرآن پاک اور تفسیر پر عبور حاصل تھا۔ فقہ اور شریعت کا گہرا علم رکھتے تھے۔ اپنے مریدوں کے سامنے ہر روز قرآنِ پاک کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ نماز روزے کے پابند تھے۔ ان کی کتاب سیف الملوک اگرچہ عشق کی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



داستان ہے مگر کئی مقامات پر انہوں نے قرآن پاک کی آیاتِ مبارکہ پر مبنی مضامین بھی بیان کئے ہیں۔قرآن مجید کی آیت ہے:﴿ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴾ (قٓ:١٦)

میاں محمد بخش لکھتے ہیں: نَحْنُ اَقْرَبُ آپ کو کیندا ھک دم دور نہ دسدا

اسی طرح ان کا ایک اور مصرعہ ہے: لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ بھائی سٹ تمامی چیزاں

ان کے یہ اشعار دیکھئے:

مر کے جیون دی گل بھائی دسے کون زبانوں
بعث بعد الموت سخن دے معنی دور بیانوں
کس مذہب وچ جائز آیا بھجن قول قراروں
اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ پر رہیے مکھ نہ موڑیں یاروں

حضرت خواجہ غلام فرید صوفیانہ پنجابی شاعری کے آخری نامور شاعر ہیں۔آپ کے کلام میں وحدت الوجود اور تصوف کے مسائل کے ساتھ قرآن پاک کے مضامین اور ارشادات بڑی تفصیل کے ساتھ یا اجمالی انداز میں جابجا بیان ہوئے ہیں۔خواجہ صاحب کے چند اشعار بطورِ نمونہ درج ہیں:

نَحْنُ أَقْرَبُ لاز انوکھا
وَهُوَ مَعَكُمْ ملیا ھوکا
وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ سر الٰہی
لَوْ لَيْتُمْ فاش گواہی
گم تیصاں کوڑیاں ذات صفاتاں
لِمَنِ الْمُلْكُ دا دورہ آیا

(حوالہ،نویں زاویے)

اس طرح دیگر صوفیا کے اشعار میں بھی قرآنی آیات پر مبنی مضامین موجود ہیں۔ان صوفیا کی شاعری کا بیشتر حصہ وہ ہے جسے کوئی سکھ یا ہندو نہیں سمجھ سکتا۔ڈاکٹر سید اختر جعفری اپنے علمی مقالے کا خاتمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

''فکری اعتبار سے پنجابی ادب پر قرآن پاک کے بہت سارے احسانات ہیں۔کیونکہ قرآن پاک کی برکتوں اور رحمتوں نے پنجابی شاعروں کے ذہن کھول دیئے.....اس لئے زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جس کے متعلق پنجابی لکھاریوں نے قرآنی آیات یا اسلامی فکر کے حوالے سے نہ لکھا ہو.....موضوع کے اعتبار سے پنجابی کا سارا دینی ادب قرآن حکیم کا ترجمہ اور تفسیر نظر آتا ہے۔''(نویں زاویے:صفحہ ۴۷۹)

مذکورہ بالا پنجابی شاعروں اور دیگر قابل ذکر شعراء کا کوئی ایسا مجموعہ اشعار نہیں ہے جس کی ابتدا حمد اور نعت سے نہ کی گئی ہو۔مگر پنجابی کانفرنس کا آغاز تلاوتِ کلام پاک کرنے سے پنجابیت کے علمبرداروں کی رواداری متاثر ہوتی تھی۔ ؎ تف برتو اے چرخ گرداں تفو بقولِ غالب:

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



شرم تم کو مگر نہیں آتی!

۸۔ پنجابی اور اردو میں اختلاف کا رشتہ ہے یا اشتراک کا؟: پنجابی زبان و ادب کے فروغ کے پرجوش مبلغین ایک نکتہ یکسر فراموش کر دیتے ہیں، وہ ہے پنجابی اور اردو زبان کے درمیان گہرا تہذیبی، لسانی اور فکری تعلق۔ پنجابی زبان کی ترقی کا مطالبہ کرتے ہوئے اس کا اردو زبان کے ساتھ تصادم اور مناقشہ ضرور دکھایا جاتا ہے۔ اس بدیہی حقیقت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ جس قدر قربتیں اردو اور پنجابی زبان کے درمیان ہیں، اردو اور کسی بھی دوسری زبان کے درمیان انہیں تلاش کرنا ممکن نہیں ہے۔ مزید ستم یہ ڈھایا جاتا ہے کہ اُردو زبان کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے جیسے یہ غیروں کی زبان ہو جس کا اس دھرتی کی تہذیبی روایات اور لوگوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ اردو ایک ایسی زبان ہے جس کے ارتقا و فروغ میں برصغیر پاک و ہند کی مقامی تہذیبی روایات اور لسانی قواعد و آہنگ اور الفاظ نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی اور فارسی کی خوبصورت تراکیب، نادر تشبیہات اور علمی اصطلاحات نے اُردو کے رنگ و روپ کو خوب نکھار بخشا ہے، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اُردو زبان کے اصل خدوخال، قد کاٹھ، قواعدی ڈھانچہ اور بنیادی تشکیل دینے میں اصل کردار مقامی زبانوں مثلاً بھاشا، پراکرت، سنسکرت، دکنی اور پنجابی نے ادا کیا ہے۔ مقامی زبانوں میں سے سب سے زیادہ الفاظ جس زبان کے اُردو میں مروج ہیں، وہ پنجابی زبان ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان کا آغاز پانچ دریاؤں کی سرزمین پنجاب سے ہی ہوا تھا۔ اُردو زبان کے آغاز کے بارے میں جو لوگ دکن، کی بات کرتے ہیں وہ تاریخی حقائق کے منافی ہے۔

اُردو زبان کے معروف محقق ڈاکٹر محمود شیرانی صاحب نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''پنجاب میں اردو'' میں نہایت زوردار دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اُردو زبان کا آغاز پنجاب ہی سے ہوا تھا۔ اگر ہم اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ اردو زبان کا آغاز مسلمان فاتحین اور مقامی ہندوستانیوں کے باہمی ارتباط اور سماجی میل جول کے نتیجے میں ہوا تو اس دعوے کو سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمان فاتحین نے ہندوستان میں سب پہلے مستقل قیام لاہور میں کیا۔ محمود غزنوی پہلا حکمران تھا جس نے پنجاب کے وسیع علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کیا اور لاہور میں اپنا گورنر تعینات کیا۔ یہ ۱۰۹۹ء کا واقعہ ہے۔ ایک طویل عرصہ غزنوی، غوری اور دیگر ترک حکمرانوں نے لاہور پر حکومت کی۔ جن کی مادری اور دفتری زبان فارسی یا ترکی تھی۔ تقریباً دو سو سال کے بعد قطب الدین پہلا مسلمان حکمران تھا جس نے دہلی کو فتح کیا اور اس کو مسلم سلطنت میں شامل کیا۔ یاد رہے کہ دہلی پر قابض ہونے سے پہلے قطب الدین ایبک دراصل لاہور ہی کا گورنر تھا۔ دکن اور جنوبی ہندوستان بہت بعد میں مسلم حکمرانوں کے قبضہ میں آیا۔ دکن میں مسلمانوں کی تہذیب کا اصل پھیلاؤ اس وقت ہوا جب محمد شاہ تغلق نے اپنا دارالحکومت دہلی سے منتقل کر کے دکن میں 'تغلق آباد' کے نام سے نیا شہر آباد کیا۔ اس کے بعد وہاں اُردو زبان کو فروغ ہوا۔ یہاں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ تغلق آباد میں جن لوگوں نے اُردو کو فروغ دیا، ان کا تعلق کسی نہ کسی اعتبار سے دہلی سے ضرور تھا۔ ولی دکنی، قطب شاہ قلی وغیرہ کے آباؤ اجداد دہلی سے ہجرت کر کے ہی دکن پہنچے تھے۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ دہلی بذاتِ خود پنجاب میں شامل رہا ہے۔ انگریزوں کے دور میں بھی ۱۹۱۱ء تک دہلی صوبہ پنجاب کا حصہ تھا۔ اندرونی پنجاب اور لاہور کے درمیان سفر کیا جائے تو رفتہ رفتہ پنجابی اُردو

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



میں تبدیل ہوتی جاتی ہے۔اس لئے پانی پت اور کرنال کے علاقوں کی زبان نہ مکمل طور پر اُردو کہلاتی ہے نہ ہی یہ ٹھیٹھ پنجابی کے زمرے میں آتی ہے۔ ولی دکنی سے بہت پہلے کے زمانے کے لاہور کے بعض شاعر نئی زبان میں شعری تجربات کر چکے تھے۔ اگرچہ اس زبان کو وہ 'اردو' تو نہیں کہتے تھے، مگر یہ زبان فارسی اور مقامی زبان کے امتزاج کا نتیجہ ہی تھی۔ یہ پنجابی اور اُردو زبان کے اس قدیمی تعلق کی وجہ سے ہے کہ آج پنجاب کا ایک اَن پڑھ دیہاتی بھی اُردو زبان کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ پنجابی زبان وادب کے بارے میں واجبی سا علم رکھنے والے حضرات بھی اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ ایک مقام ضرور ایسا آتا ہے جہاں پنجابی ادب اردو ادب کی انگلیاں پکڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ پنجابی زبان کے بعض ثقہ ادیبوں کے قلم سے بھی تواتر سے ایسے جملے اور تراکیب نکل جاتی ہیں جو یا تو ہو بہو اردو سے مماثلت رکھتی ہیں یا معمولی ردّوبدل سے انہیں اردو کا جامہ پہنچایا جاسکتا ہے۔ پنجابی ادبی نقادوں کو بالعموم اس مشکل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پنجابی میں ادبی تنقید لکھتے ہوئے وہ اکثر اُردو ادبی تنقید میں مستعمل اصطلاحات اور تراکیب کو ہی استعمال میں لاتے ہیں۔ یہ موضوع مفصل تحقیق کا مستحق ہے، مگر یہاں زیر بحث نکتے کو مزید واضح کرنے کے لئے ڈاکٹر سید اختر جعفری کی کتاب 'نویں زاویے' سے چند جملے نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

۱۔ ''شریف کنجاہی ہوراں دیاں بہتیاں نظماں دا موضوع ساڈے اَج دے سماج دیاں معاشرتی تے اقتصادی بے انصافیاں نیں۔ جنہاں پاروں معاشرے وچ گھٹن تے مایوسی جنم لیندی اے۔'' (صفحہ ۴۱۴)

۲۔ ''جس شاعر نے پنجابی نظم نوں نواں لہجہ، نویں ڈکشن، نواں اسلوب، نواں رنگ، نواں آہنگ، نویں مضمون، نویں خیالی، نویں ہیئت دتی، اوس داناں منیر نیازی اے۔'' (صفحہ ۴۱۵)

۳۔ ''منیر نیازی پنجابی نظم وچ اوہ قبلہ اے جس نوں ویکھ کے نوجوان نسل دے نظم گو شاعراں نے اپنیاں منزلاں تے سمتاں متعین کرلیاں نیں۔'' (ص ۴۱۶)

۴۔ ''اوہناں دیاں نظماں دی کتاب ادبی حلقیاں توں مقبولیت دی سند حاصل کرچکی اے۔'' (صفحہ ۴۲۰)

۵۔ ''پر جدوں اوہناں دے کلام وچ رومانویت یا نویں رویاں دی گل کیتی جاندی اے، اوددوں شاعری وچ ہیئتی تجربے، انسانی نفسیاتی تجربے، پروتھاری طبقے دی عکاس، جاگیرداری نظام، انسانیت تے اخلاقی قدراں دی پرچاروں دھیان دتا جاندا اے۔'' (صفحہ ۴۲۰)

۶۔ ''ناول نگار نے کردار نگاری اتے بڑی محنت کیتی اے۔ ایس نے پنڈاں تے شہراں دے بڑے خوبصورت کردار اس طرح پیش کیتے نیں، پئی اوہناندی مکمل تصویر لفظاں وچ کھچ کے رکھ دتی اے۔'' (صفحہ ۴۴۰)

۷۔ ''جتھوں تیک پنجابی افسانیاں وچ علامت نگاری دا تعلق اے، نویں نسل دے افسانہ نگاراں نے ایہدے ول خاص توجہ دتی اے۔'' (صفحہ ۴۴۷)

۸۔ ''اوہناں دے ڈرامیاں وچ ہیئتی تے دوامیت دے عناصر موجود نیں۔'' (صفحہ ۴۵۷)

۹۔ ''اک زمانہ سی جدوں آکھیا جاندا سی پئی پنجابی زبان وچ چنگی شاعری ہوسکدی اے، چنگی نثر نہیں لکھی جاسکدی۔'' (صفحہ ۴۵۶)

۱۰۔ ''لہجے وچ ایقان دی طاقت تے دعوے دی دلیل مخالف نوں قائل کرنے واسطے کافی ہوندی اے۔'' (صفحہ ۵۰۷)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



مندرجہ بالا جملوں کو معمولی کاوش کے ساتھ اُردو میں ڈھالا جاسکتا ہے۔جن لوگوں کی مادری زبان اُردو ہے، وہ معمولی غوروفکر کے بعد ان جملوں کے مطالب سمجھ سکتے ہیں۔ یہ معاملہ 'نویں زاویئے' کے فاضل مصنف کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ پنجابی ادبی تنقید کی دیگر معروف کتابوں کے مطالعے کے بعد بھی یہی صورتحال سامنے آتی ہے۔ مثلاً ''پرکھ پڑمول'' (عارف عبدالمتین) ''نتارے'' (شہباز ملک) وغیرہ۔

اور محدودیت کا یہ مسئلہ محض پنجابی جیسی 'ماں بولی' کو ہی درپیش نہیں ہے۔ پاکستان کی دیگر علاقائی زبانوں مثلاً سرائیکی، ہندکو ہی، بلوچی، سندھی، پشتو زبان میں لکھی گئی ادبی تنقید کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علاقائی زبانیں ایک مخصوص ماحول اور محدود علاقے میں پروان چڑھتی ہیں۔ان کا تناظر وسیع نہیں ہوتا۔اس مخصوص ماحول میں سماجی ارتباط اور اظہار کی جو جو صورتیں ہوسکتی ہیں، ان کے بارے میں تو وسیع ذخیرۂ الفاظ ملے گا مگر بڑے شہروں کے تمدن اور جدید علوم وفنون کے اظہار میں یہ زبانیں مایوس کن حد تک بے بس ہیں۔ایک کنواں اور اس کے آس پاس کے مناظر کی منظر کشی کرنا ہو تو مقامی زبانیں بلاغت، فصاحت اور ندرتِ الفاظ کا حیران کن نمونہ پیش کریں گی۔اس کے برعکس ان میں ایک فیکٹری کے ماحول کی عکاسی کرنی ہو، تو سخت دشواری پیش آئے گی۔

اگر تو پنجابی اس طرح کی لکھنی ہے، جس کی مثالیں اوپر درج کی گئی ہیں، تو پھر اردو ہی کو ذریعہ اظہار کیوں نہ بنایا جائے۔فخرِ زماں جیسے پنجابیت کے نام نہاد علمبرداروں کو ان حقائق پر بھی توجہ دینی چاہئے۔ یہاں اُردو او رپنجابی کے حوالہ سے ایک دلچسپ واقعہ بیان کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ہمارے ایک دوست جو 'گلابی پنجابی' میں شاعری فرماتے ہیں، پنجابی زبان کے فروغ کے پرجوش مبلغ ہیں۔ایک دن میرے ساتھ بحث میں اُلجھ گئے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ پنجابی زبان کے الفاظ 'کھرا' اور ''چیل' کے اُردو مترادفات کیا ہیں۔راقم نے کافی سوچ و بچار کے بعد اعتراف کیا کہ اسے اُردو کے مترادفات نہیں آتے۔راقم نے جوابی 'حملہ' کرتے ہوئے سامنے پڑے ہوئے اردو اخبار میں سے چند الفاظ کے ان سے پنجابی مترادفات پوچھے تو موصوف ایک بھی لفظ کا مترادف نہ بتا سکے، تو گویا یہ لسانی دنگل برابر ٹھہرا۔

موصوف کے جانے کے بعد راقم نے فرہنگِ آصفیہ (لغت) اٹھائی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ 'کھرا' اور 'چیل' پنجابی کے دونوں الفاظ اس اردو لغت میں موجود تھے۔اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پنجابی اور اردو کے درمیان مقابلہ کرانے کے شوقین حضرات بھی نہیں جانتے کہ پنجابی زبان کے ہزاروں الفاظ پہلے ہی اُردو زبان میں مروج ہیں۔اردو اور پنجابی زبان کے درمیان اس گہرے رشتے کی وجہ سے پنجاب میں کسی الطاف حسین کی کامیابی کے امکانات روشن نہیں ہیں۔اردو زبان میں جو اب تک مایہ ناز افسانوی یا دینی ادب تخلیق کیا گیا ہے، اس میں پنجاب سے تعلق رکھنے والے ادیبوں اور شاعروں کا حصہ دیگر علاقوں سے کم نہیں ہے۔ پنجاب کے ادیب پنجابی بولتے رہیں گے اور اُردو لکھتے رہیں گے، وہ کسی لسانی عصبیت کا شکار نہیں ہوں گے۔(ان شاء اللہ) محبّ وطن پنجابی ادیبوں کو چاہئے کہ وہ اردو اور پنجابی کے درمیان لفظی اشتراک کو زیادہ ابھاریں تاکہ لفظی اختلاف کی بنا پر کوئی فتنہ سر نہ اٹھا سکے۔

۹۔ پنجابی کانفرنس، پاکستان میں بڑھتے فتنۂ لسانیت کے تناظر میں: پاکستان میں اسلام دشمن سیکولر عناصر نے صورتیں بدل بدل کر اس مملکتِ خداداد کی سالمیت کے خلاف فتنے برپا کئے ہیں۔عوام الناس کے جذبات کو

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



بھڑکانے کے لئے ان شر پسند عناصر نے لسانی عصبیت کو ہمیشہ ایک مؤثر اور کارگر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد اردو بنگالی تنازعہ کھڑا کردیا گیا۔ جلدی ہی اس تنازعہ نے ایک قوم کش فتنے کی صورت اختیار کرلی۔ بالآخر قوم کو سقوطِ ڈھاکہ جیسے ذلت آمیز سانحہ سے گزرنا پڑا۔

اس لرزہ خیز سانحہ سے قوم سنبھلنے نہ پائی تھی کہ ایک دفعہ پھر لسانی تعصب کو ہوا دیتے ہوئے شر پسندوں نے ۱۹۷۲ء میں سندھ میں اُردو سندھی تصادم برپا کردیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں بدنصیب، بے گناہ افراد مارے گئے۔ یہ تنازعہ جسدِ قومی میں ایسا ناسور بن کر ابھرا کہ جس سے گندا خون اب تک رِس رہا ہے۔ اِک قلزمِ خون ہے جو ہر وقت دیکھنے والی آنکھ کو پریشان کئے ہوئے ہے۔

صوبہ سرحد میں کانگریس ٹولے نے سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان کی قیادت میں پختونستان کا نعرہ بلند کیا جس کی بنیاد بھی لسانی عصبیت تھی۔ اس فتنہ نے بھی ایک عرصہ تک قومی سیاست میں حشر برپا کئے رکھا۔ اب یہ نئے سرے سے 'پختونخواہ' نام سے ایک دفعہ پھر سر اٹھا چکا ہے۔ اس نامعقول لسانی شر انگریزی کا نتیجہ ہے کہ اب تک کالا باغ ڈیم جیسا قومی اہمیت کا عظیم منصوبہ اربوں روپے کے خرچ کے باوجود شروع نہیں کیا جاسکا۔

بلوچستان میں لسانی عصبیت کے نام پر دو طرح کی تحریکیں سرگرم عمل ہیں۔ ایک تحریک اکبر بگتی کی قیادت میں چل رہی ہے، جو قومی زبان اُردو کے خلاف نفرت کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔ اکبر بگتی نے کئی سال تک اُردو زبان کا بائیکاٹ کئے رکھا۔ وہ یا انگریزی میں بات کرتے تھے یا بلوچی زبان میں۔ گذشتہ دس برسوں کے دوران بلوچستان میں پشتو بولنے والوں اور بلوچی بولنے والوں کے درمیان کشمکش کی نئی نئی صورتیں سامنے آئی ہیں۔ کوئٹہ شہر کی دیواریں متعصّبانہ نعروں سے بھری ہوئی ہیں۔ کئی بار بلوچستان یونیورسٹی اور بولان میڈیکل کالج میں پختون بلوچ تصادم بھی واقع ہوچکے ہیں۔

اہل پنجاب میں اگرچہ رواداری اور وسعتِ ظرفی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ مگر یہاں بھی ایک متحرک اقلیت لسانی عصبیت کو ہوا دینے میں مصروف رہی ہے۔ گذشتہ تیس برسوں سے بہاولپور، ملتان اور ڈیرہ غازی خان میں سرائیکی صوبے کے نام پر ایک شر پسند گروہ فضا کو خراب کررہا ہے۔ اگرچہ ان کی سوچ کو زیادہ پذیرائی نہیں ملی مگر مستقبل میں ان کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں کے متعلق خدشات بدستور موجود ہیں۔ شمالی اور مرکزی پنجابی میں ابھی تک کوئی لسانی فتنہ سر نہیں اُٹھا سکا تھا، مگر یہاں پاکستان دشمنوں کو امن کی فضا ہضم نہیں ہوتی۔ وہ عرصۂ دراز سے اہل پنجاب کو مطعون ٹھہرا رہے تھے۔ سندھ، بلوچستان اور سرحد کے قوم پرست پنجاب کو ہمیشہ گالی دیتے آئے ہیں۔ مگر اہل پنجاب نے ان کے خلاف کبھی ردّعمل کا اظہار نہیں کیا۔ حال ہی میں پنجاب دشمن بلکہ پاکستان دشمن کی ایک فریب انگیز تحریک سامنے آئی ہے، اس کا نعرہ پنجابیت کو فروغ دینا ہے۔

ایک طویل منصوبہ بندی کے بعد سازشی ذہن نے عالمی پنجابی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اس فتنہ کا آغاز کردیا ہے۔ پنجاب میں پنجابیت نہ پہلے کبھی Issue تھا، نہ فی الحال یہ کوئی مسئلہ ہے۔ مگر فکری تخریب کاری کے ماہر شر پسند اپنے گھناؤنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوئی نہ کوئی ایشو ضرور کھڑا کرتے ہیں۔ معاشرے میں ابہام پیدا کرنے کے لئے جھوٹ ساز فیکٹریاں پروپیگنڈہ مہم شروع کرتی ہیں۔ ان کو شہ دینے والے عناصر مالی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



وسائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔قلم وقرطاس سے وابستہ افراد کوخریدا جاتا ہے۔ پریس میں نظریاتی مجادلہ شروع ہوجاتا ہے۔ جلسے جلوس، کانفرنسیں منعقد ہونا شروع ہوتی ہیں۔ان کی اشتعال انگیز سرگرمیاں جلدی ہی رنگ لاتی ہیں۔محبِّ وطن افراد میں سے بعض ان سے ٹکرا جاتے ہیں۔یہیں سے نہ ختم ہونے والا تصادم شروع ہوجاتا ہے۔ اس طرح چند ہی برسوں میں ایک وجود نہ رکھنے والا مسئلہ بھی عظیم فتنہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔فخر زماں جیسے بگلہ بھگت کے بیانات پڑھ کر اس عظیم فتنے کے پس پشت محرکات کو سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہئے۔لسانیت چاہے پنجابیت کے نام پر ہو، سندھیت، سرائیکیت یا بلوچیت کے نام پر ہو، یہ ایک لعنت ہے، ایک ناسور ہے، ایک عفریت ہے جو ملکی سالمیت کے لئے خطرات پیدا کرتا ہے۔اس کی سرکوبی ہر محبِّ وطن پاکستانی اور پنجابی کا فرض ہے۔

۱۰۔ پنجابی کانفرنس کے کرتا دھرتاؤں میں قدرِ مشترک اسلام اور وطن دشمنی ہے: مندرجہ بالا سطور میں پاکستان میں لسانی عصبیت کی بنیاد پر کھڑی کی جانے والی جن تحریکوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے روح رواں اور پیش کار افراد بلا تخصیص سیکولر اور سوشلسٹ نقطہ نظر کے حامل ہیں۔فتنۂ پنجابیت کے محرکین میں فخر زماں، عبداللہ ملک، حمید اختر، طاہرہ مظہر علی خان، احمد بشیر، ڈاکٹر مبارک علی، عاصمہ جہانگیر، احمد راہی، طارق فاروق، سردار مظہر اور ان کے دیگر حواری الحاد پرست اشتراکی ہیں۔سندھ میں ممتاز بھٹو، رسول بخش پلیجو، الطاف حسین، ڈاکٹر قادر مگسی سب کٹر سوشلسٹ اور سیکولر لوگ ہیں۔ بلوچستان میں ڈاکٹر عبدالحیٔ بلوچ، غوث بخش بزنجو، اکبر بگٹی، محمود اچکزئی، رسول بخش مری وغیرہ معروف سوشلسٹ اور سیکولر لیڈر ہیں۔صوبہ سرحد میں ولی خان، اجمل خٹک اور اے این پی کی ساری قیادت روس نواز ہے۔تاج لنگاہ، زمان جعفری، مجاہد قزلئی، رحیم بخش شاہین اور دیگر سرائیکی صوبہ کے پرچارک اپنی اشتراکی سوچ کی وجہ سے معروف ہیں۔

اپنے فلسفہ کے اعتبار سے مارکسزم یا کمیونزم انسانیت یا بین الاقوامیت کو فروغ دینے کی بات کرتا ہے۔ کمیونسٹ جہاں بھی ہو، وہ اپنے آپ کو 'کامریڈ' کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔سابقہ سوویت یونین نے لسانی مرکزیت کو عملاً نافذ کیا۔سنٹرل ایشیا کی مسلم جمہوریتوں میں بھی دفتری اور تعلیمی زبان روسی ہی تھی۔

۱۹۱۴ء میں جب جنگِ عظیم اوّل شروع ہوئی تھی تو عالمی اشتراکی تنظیم سیکنڈ انٹرنیشنل کے ارکان میں نیشنلزم کے سوال پر زبردست اختلاف برپا ہوا تھا۔ بہت سے وہ سوشلسٹ جو اشتراکیوں کے بین الاقوامی محاذ پر مجتمع تھے، اپنی اپنی قوموں کو میدانِ جنگ میں کودتے دیکھ کر قوم پرستی کے جذبہ سے مغلوب ہوگئے اور انہوں نے جنگ میں اپنی قوم کا ساتھ دینا چاہا مگر کٹر مارکسسٹ ڈٹ گئے۔انہوں نے کہا کہ ہم ایک ایسے اصول کے لئے جنگ کرنے اُٹھے ہیں جس کے لحاظ سے تمام قوموں کے سرمایہ دار ہمارے دشمن اور تمام قوموں کے مزدور ہمارے دوست ہیں۔مگر سوویت قیادت کے دوہرے معیارات تھے۔اس نے ترقی پذیر ممالک میں اشتراکی انقلاب کے لئے راہ ہموار کرنے کے لئے جن گروہوں کو فنانس کیا، انہیں حکمتِ عملی بھی وضع کر کے دی۔ اس حکمتِ عملی کے مطابق اسلامی ممالک میں لوگوں کو معاشی حقوق اور لسانی حقوق کے نام پر اشتعال دینے کے لئے جدوجہد کرنا تھا۔ پاکستان میں چونکہ بڑی اکثریت اسلام پر یقین رکھتی ہے، اسی لئے انہیں اسلام سے ہٹانے کے لئے لسانی عصبیت کو بطورِ ہتھیار کے استعمال کیا گیا۔ پاکستان کے سوشلسٹ یہاں سوشلزم کے بنیادی فلسفہ کے خلاف کام کر رہے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر ان کے پاس سیاست کرنے کے لئے کوئی اور بنیاد نہیں ہے۔

پاکستان میں سیاست یا مذہب کے نام پر ہوسکتی ہے یا حبُ الوطنی کے نام پر۔ مذہب سے بغاوت ہی چونکہ ان کا مذہب ہے، اسی لئے مذہب کے نام پر وہ سیاست کرنہیں سکتے۔ حب الوطنی کے نام پر اگر وہ سیاست کریں گے تو روس، انڈیا یا کوئی بھی پاکستان دشمن ملک انہیں سرمایہ کیسے پہنچائے گا۔ تیسرا آپشن ان کے پاس قومیتوں اور لسانی عصبیتوں کے نام پر سیاست کرنا ہی رہ جاتا ہے جس کا حتمی نتیجہ اسلام اور پاکستان کے خلاف لوگوں میں نفرت پیدا کرنا ہے۔

۱۱۔ پنجابی کانفرنس کی علماء سے مخاصمت ..... علماء کا سیاست میں تاریخی کردار: حدیث شریف میں ہے کہ ''علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔'' پنجابی کانفرنس میں فخر زماں نے علماء کے متعلق بے حد توہین آمیز بیان دیتے ہوئے دریدہ دہنی کی کہ ''مولویوں کو ہم اس حد تک برداشت کرسکتے ہیں کہ وہ جمعرات کی روٹیاں کھائیں یا جنازے پڑھائیں''۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بھارتی ایجنٹ کو پنجابی زبان وادب کی ترقی کے لئے منعقدہ کانفرنس میں علما کو اپنی زبان درازی کا تختۂ مشق بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس کی وجہ وہی ہے جو ہم مندرجہ بالا سطور میں بیان کرچکے ہیں۔ یعنی پنجابی زبان وادب محض 'کور' (Cover) ہے۔ اس کانفرنس کا اصل ایجنڈا اسلام اور پاکستان کے خلاف فضا کو ہموار کرنا ہے۔ مزید یہ کہ کوئی بھی ملحد اشتراکی اس طرح کے پلیٹ فارم پر علما کے خلاف ہرزہ سرائی کئے بغیر اپنی 'روشن خیالی' کا ڈھنڈورا نہیں پیٹ سکتا۔

ثالثاً فخر زماں اگر اس طرح کی بڑھکیں اور للکارے نہ مارتا تو اس کانفرنس پر بھاری سرمایہ کاری کرنے والی این جی اوز اور دیگر پاکستان دشمن عناصر کے قلوبِ باطلہ کو تسکین کیسے پہنچا سکتا۔ پاکستان میں این جی اوز علما اور مجاہدین کو اپنے لئے شدید خطرہ محسوس کرتی ہیں۔ آئے دن وہ اپنی حواس باختگی کا اظہار کرتی رہتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے فخر زماں کے اعصاب بھی علماء کی بڑھتی ہوئی قوت اور پذیرائی کی وجہ سے خاصے متاثر ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی مریضانہ دہشت زدگی کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا۔ علما کو کسی خاص حد تک 'برداشت' کرنے کا معاملہ فخر زماں جیسے اخلاقی بزدلوں اور ملحدوں کے انتخاب کا معاملہ نہیں ہے۔ علماء کو کسی مذہب دشمن سے 'برداشت' کا سرٹیفکیٹ لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ فخر زماں میں اگر انسانی شرافت باقی ہوتی تو وہ اس اوباشانہ لہجے میں علماء کو مخاطب کبھی نہ کرتا۔ وہ جس بددماغی کا شکار ہے، اسے اپنی اوقات میں بھی بھول جاتی ہے۔ اسے یہی مشورہ دیا جاسکتا ہے ؎

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ!

علماء کو جمعرات کی روٹیوں اور جنازہ تک محدود دیکھنے کا متمنی یہ کوتاہ فکر دانش باز اسلامی تاریخ سے بھی کورا دکھائی دیتا ہے۔ تاریخ اسلام کا کوئی بھی دور ایسا نہیں گذرا جب علماے دین محض ان اُمور تک محدود رہے ہوں جن کا تذکرہ فخر زماں نے کیا ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی جیسے اشتراکی مؤرخ نے بھی اپنی کتاب 'علماء اور سیاست' میں مختلف ادوار میں علما کی حکومتی عہدوں پر تعیناتی اور ان کے اثر ورسوخ کا اعتراف کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک باب 'علماء کا عروج' کے نام سے ہے جس میں مبارک علی نے عباسی دور میں علما کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



''نئی صوبائی حکومتوں نے علماء کو ریاست کے ڈھانچہ میں ضم کرلیا اوران کے لئے خاص مذہبی وعدالتی عہدے مقرر کئے گئے جن میں قاضی، مفتی اور صدر شامل تھے۔ اس کے علاوہ انہیں ٹیکس جمع کرنے ، سزائیں دینے اور ملک میں امن وامان قائم کرنے کے فرائض بھی سونپے گئے۔

چنانچہ اس عہد میں یعنی گیارہویں وبارہویں صدیوں میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جن میں علماء شہروں اور صوبوں کے گورنر اور اعلیٰ عہدیدار نظر آتے ہیں۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ مذہبی امور کے ساتھ ساتھ انہوں نے سیاسی اقتدار بھی حاصل کرلیا تھا اور حکومت کا ایک حصہ بن گئے تھے۔''

عثمانی سلطنت میں علماء کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے مبارک علی لکھتے ہیں: (صفحہ ۳۹)

''عثمانی سلطنت جسے عثمان نے (۱۲۸۱ء سے ۱۳۲۴ء) قائم کیا اور جس کی شان وشوکت سلیمان قانونی (۱۵۵۰ء سے ۱۵۵۶ء) تک مستحکم ہوگئی۔اس سلطنت کے ڈھانچہ میں علماء کا ایک متعین کردار مقرر کیا گیا۔''

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی حکومت میں علماء کی شمولیت کا تذکرہ وہ یوں کرتے ہیں:

''ہندوستان میں جب ترکوں نے سلطنت قائم کی تو یہاں بھی انہوں نے علماء کو ریاست میں اعلیٰ عہدے دے کر انہیں اس کا حصہ بنا دیا۔ ان عہدوں میں صدر الصدور، قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام کے عہدے قابل ذکر تھے۔'' (صفحہ ۴۷) مزید غور فرمایئے:

''اکبر جب ۱۵۵۶ء میں تخت نشین ہوا ہے تو اسے بڑی حد تک سوری سلطنت کا ریاستی ڈھانچہ ملا اور اس ریاست کے اہم اراکین میں علماء شامل تھے جن میں مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری، ملاعبدالنبی شامل تھے۔ اکبر اپنی جوانی میں سخت مذہبی تھا یہاں تک کہ مسجد میں خود جھاڑو دیتا تھا اور علماء کا قدردان تھا۔ خصوصیت سے ان دونوں علماء کے مشوروں کو تسلیم کرتا تھا اور اس لئے سلطنت کے معاملات میں ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ ہوگیا تھا، یہاں تک کہ وہ بادشاہ کو اس کی غیر شرعی حرکات پر سردربار ٹوکتے تھے.....

ملا عبدالنبی صدر الصدور کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ عہدہ اس وقت انتظامیہ کے اہم عہدوں میں سے ایک تھا اور یہ ملک میں سب سے اعلیٰ فقہی اور قانونی اتھارٹی تھا اور اس لحاظ سے تمام عدالتی نظام اس کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔ تمام قاضی اور مفتی اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ وقف کی زمینوں جائیدادوں اور وظیفوں کا بھی انچارج ہوا کرتا تھا۔'' (صفحہ ۵۳ اور ۵۹)

فخر زماں کو چاہئے کہ وہ ڈاکٹر مبارک علی کی یہ کتاب ایک دفعہ پھر دیکھیں۔ برصغیر میں انگریزوں نے مسٹر اور ملا کی تفریق پیدا کی۔ سیکولر طبقہ ریاست اور چرچ کے معاملات میں علیحدگی پر یقین رکھتا ہے۔اس لئے وہ علما کی ریاستی معاملات میں شرکت کے سخت خلاف ہے۔ جدید دور میں طالبان نے ثابت کیا ہے کہ علماء جب ضرورت پڑے، ریاستی ذمہ داریاں نبھانے کے اہل ہیں۔فخر زماں کے مذکورہ توہین آمیز بیان کے خلاف ردّعمل کرتے ہوئے بعض علما نے صحیح مطالبہ کیا ہے کہ فخر زماں جب مرے تو کوئی عالم دین اس کا جنازہ نہ پڑھائے، بلکہ اس کی لاش کی تجہیز وتکفین ہندوانہ رسومات کے مطابق کی جائے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔

۱۲۔ کیا قرآنِ کریم کی تلاوت تنگ نظری اور ترقی دشمنی کی علامت ہے؟ (نعوذ باللہ) عالمی پنجابی کانفرنس کے کسی بھی سیشن کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے نہ ہوا۔ اس پر حاضرین میں سے ایک صاحب نے کھڑے ہوکر منتظمین کی توجہ اس 'فروگذاشت' کی جانب مبذول کرائی۔ اتفاق سے اس وقت سٹیج پر اشتراکی حمیداختر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔حمیداختر جو دیگر سیکولر افراد کی طرح اظہارِ رائے کے بزعم خویش چمپئن بنے پھرتے ہیں،کو ان صاحب کی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



یہ 'جسارت' بے حد ناگوار گزری، انہوں نے فوراً ڈائس پر آ کر وضاحت کی کہ ''پاکستان تلاوت کے لئے نہیں بلکہ ترقی کے لئے بنا تھا۔ قائداعظم کی زندگی میں کبھی بھی قانون ساز اسمبلی کا اجلاس تلاوتِ قرآن مجید سے شروع نہ ہوا''

ہمارے خیال میں کچھ 'قصور' اس سادہ لوح شخص کا بھی تھا جو حمیداختر، فخر زماں اور کانفرنس کے دیگر شرکا کو بھی عام مسلمانوں کی طرح کا انسان سمجھتا تھا اور اسی کانفرنس کو بھی عام طرز کی کانفرنس خیال کرتا تھا۔ وہ شاید اس کانفرنس کو واقعی 'پنجابی کانفرنس' سمجھ کر شریک ہوا ہوگا جو اس کے خیال میں صوفیا کے کلام کی ترویج کے مقصد کے لئے منعقد کی گئی تھی۔ اس سادہ لوح آدمی کو بعد میں ذاتی مشاہدے کی بنا پر بھی یہ علم ہوگیا ہوگا کہ یہ درحقیقت 'عالمی شرابی کانفرنس' تھی۔ اس کانفرنس میں مجنونانہ شراب نوشی، بے ہودہ ہلڑ بازی، مخلوط رقص وسرود اور جنسی ہوسنا کی کی تسکین کے جو پروگرام پیش کئے گئے، ایسی صورت میں منتظمین کا دماغ اگر خراب ہوتا تو تب ہی اس کا آغاز تلاوتِ کلام سے کرتے۔ جس کانفرنس کے سامعین کی اکثریت شراب کے نشے میں ٹن ہو وہاں تلاوتِ کلام پاک کی توقع رکھنا محض سادہ لوحی ہی قرار پائے گی۔

حمیداختر کی جوابی وضاحت نامعقولیت اور لغویت کی بھونڈی مثال ہے۔ اگر ان میں اخلاقی جرأت ہوتی تو جواباً کہہ سکتے تھے کہ اس مجلس میں مقدس کلام پاک کی تلاوت کرنا مجلس کے ناپاک ماحول کی وجہ سے مناسب نہیں ہے۔ مگر وہ بیچ میں 'ترقی' اور قائداعظم کو لے آئے۔ نجانے ترقی کے متعلق موصوف کا نظریہ کیا ہے؟ وہ کون سی ترقی تھی جس کا ظہور دو تین منٹ کی تلاوت کی وجہ سے نہ ہو پاتا۔ امریکی سابق صدر بل کلنٹن تو دورِ صدارت میں بارہا اپنے گناہ بخشوانے چرچ حاضری دیتے رہے اور جب مونیکا سیکنڈل آیا تو چرچ میں ان کی آمدورفت بھی بڑھ گئی، ان کو اپنی اخلاقی پستی کی وجہ سے کئی دفعہ پادری صاحب سے جھاڑیں بھی کھانی پڑیں۔ امریکہ کے موجودہ صدر ولیم جارج بش اپنی انتخابی مہم کے دوران مسلسل چرچ یاترا کرتے رہے۔ ان کے بارے میں خبر شائع ہوئی کہ وہ روزانہ اپنے دن کا آغاز بائبل کی تلاوت سے ہی کرتے ہیں۔ مگر ہمارے بدیشی اشتراکی تلاوت قرآن مجید کو 'ترقی' کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید تو تسخیر کائنات کا درس دیتا ہے۔ اسی قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں میں ابن سینا، ابوبکر رازی، ابن ہیثم، جابر بن حیان، ابن بیطار، ابن رشد، یعقوبی اور فارابی جیسے سائنسدان اور فلاسفر پیدا ہوئے جن کے علمی کارناموں پر انسانیت ہمیشہ ناز کرتی رہے گی اور آج محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان اپنی تمام کانفرنسز کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے ہی کرایا کرتے ہیں۔ پنجابی کانفرنس کے شرکا میں سے کوئی ایک بھی علمی اعتبار سے ان کے پاسنگ میں بھی نہیں ہے، مگر ان کی ساری ترقی کا مدار مذہب کی مخالفت پر ہے۔

حمیداختر اخلاقی بزدلی کا شکار ہیں ورنہ وہ ضرور اعتراف کرتے کہ تلاوتِ قرآن مجید سے ان کی ترقی 'الحاد' میں کمی واقع ہوجائے گی۔ تلاوت سے قومی ترقی پر کوئی منفی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ سیکولر دانشور ہمیشہ اپنے الحادی نظریات کی تائید میں قائداعظم کی ذات کو بیچ میں لے آتے ہیں۔ حمیداختر نے جس انداز میں قائداعظم کے نام کا استحصال کیا، وہ قابل مذمت ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ محمد علی جناح بھی آج کل کے ملحد اشتراکیوں کی طرح اسلام اور قرآن مجید سے بیر رکھتے تھے۔ حالانکہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ جناحکی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



زیرصدارت پارلیمنٹ کے ایک دو اجلاس تلاوتِ قرآن مجید کے بغیر شروع کئے گئے ہوں، مگر یہ کہنا کہ ان کی زندگی میں کوئی بھی اجلاس تلاوت سے شروع نہ ہوا تھا، یقیناً قائداعظم پر بہتان تراشی اور دروغ گوئی کے مترادف ہے۔

قائداعظم کے سوانح نگار سٹینلے لین پورٹ (Stenlay Lane Port) نے اپنی معروف کتاب ''جناح آف پاکستان'' میں کئی ایک مقامات پر بیان کیا ہے کہ قائداعظم کی زیرصدارت مسلم لیگ کا اجلاس قرآنِ پاک کی تلاوت سے شروع ہوا۔ راقم کی یادداشت اگر اس کا ساتھ دے رہی ہے، تو اس کے خیال میں اس طرح کا ایک سالانہ اجلاس ۱۹۳۷ء میں ہوا تھا، ۱۹۴۰ء میں قرار دادِ لاہور جس اجلاس میں پیش کی گئی، اس میں بھی تلاوتِ قرآن مجید کی گئی تھی۔ محمد علی جناحکے ڈرائیور محمد حنیف کا بیان ہے کہ اس نے آپ کو اکثر رات کو سونے سے پہلے نماز پڑھتے دیکھا۔ قائداعظم تو قرآن مجید کو مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کے لئے لنگر قرار دیتے تھے مگر آج کے ساقط الاعتبار اشتراکی دانشور اپنی قرآن دشمنی کی تائید قائداعظم کے طرزِ عمل سے ڈھونڈنے کی مجرمانہ کاوش میں مبتلا ہیں۔ قائداعظم عالم دین نہیں تھے مگر وہ ایسے 'ترقی پسند' بھی نہیں تھے جو قرآن مجید کی تلاوت کو ملکی ترقی کی راہ میں حائل سمجھتے ہوں۔

۱۳۔ اردو زبان سے دوری قومی اور ملی مفاد میں نہیں! اُردو زبان کو محض ایک خطے کی زبان نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ کے قابل فخر تہذیبی کارناموں کا حسین مرکب ہے۔ یہ محض ایک بولی نہیں بلکہ چلتی پھرتی تہذیب ہے۔ اُردو ہندوستانی مسلمانوں کے منفرد تہذیب، مذہبی اور سماجی تشخص کی آئینہ دار ہے۔ مسلمانوں نے خونِ دل سے اس کی آبیاری کی ہے۔ اسلام، اسلامی تاریخ، قرآن و حدیث ،فنون و علوم، شاعری کا ایک وسیع ذخیرہ اس میں موجود ہے۔ ایک محقق کے مطابق اسلام کے بارے میں اس وقت سب سے زیادہ کتابیں اردو زبان میں ہی موجود ہیں۔ اردو زبان کی انہی خصوصیات کی وجہ سے ہندوؤں نے اس کے خلاف ہمیشہ محاذ کھولے رکھا۔ مسلمانوں کا اقتدار ختم ہونے کے بعد مسلمانوں اور ہندوؤں میں پہلا بڑا تنازعہ اُردو ہندی جھگڑا تھا جو ۱۸۶۷ء میں رونما ہوا۔

عربی، فارسی، پنجابی، ترکی اور دیگر مقامی زبانوں کی خوبصورت تراکیب، تشبیہات واستعارات، تلمیحات و مصطلحات، دل پذیر روزمرہ ومحاورہ جات اور نرمیلے آہنگ ولب ولہجہ اور نستعلیق تلفظ کی بنا پر اردو زبان کو دلی، لکھنؤ، یوپی اور دیگر علاقوں میں لسانی عروج حاصل ہوا۔ یہ زبان اپنے اَوصاف ومحاسن کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند میں وہی مقام رکھتی ہے جو یورپ میں فرانسیسی زبان کو حاصل ہے۔ بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد کے اعتبار سے یہ دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے۔ اس نے مختلف علاقوں کی زبانوں کے الفاظ کا اس قدر وسیع ذخیرہ اپنے اندر سمولیا ہے کہ یہ پاک و ہند میں ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ اس قدر جامع الصفات زبان کی مخالفت کرنے والے لوگ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

بھارت میں اردو زبان کے خاتمے کی حکومتی سطح پر کوشش کی جارہی ہے۔ حتیٰ کہ یوپی کے تعلیمی اداروں میں بھی ہندی کو ذریعہ تعلیم بنا دیا گیا ہے۔ اب اردو زبان کا مستقبل پاکستان سے ہی وابستہ ہے۔ اس کا آغاز بھی پنجاب سے ہوا تھا، اب اس کے مستقبل میں ترقی کے امکانات بھی سب سے زیادہ پنجاب ہی میں روشن ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



انگریزی استعمار اور اس کی روحانی اولاد نے اردو کا عربی اور فارسی زبان و ادب سے شرعی رشتہ قائم نہیں رہنے دیا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اردو زبان کی مخالفت کی بجائے ایک دفعہ پھر اس کی زرخیزی اور ترقی کے لئے تخلیقی کام کریں، اس کا رشتہ ایک دفعہ پھر اس کے بڑے سرچشموں عربی، فارسی اور پنجابی سے جوڑیں۔ پاکستان کی مقامی زبانوں کے ہزاروں ایسے الفاظ ہیں جن کو اردو میں شامل کیا جاسکتا ہے اور اردو میں جس قدر وسعت ہے وہ ان نئے الفاظ کو بڑی آسانی سے اپنے اندر سمو سکتی ہے۔ ہمارے پنجابی کے دانشور اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بچوں کے ساتھ اردو میں بات کیوں کرتے ہیں۔ بعض افراد شاید اس پر ناک بھوں چڑھائیں، مگر راقم الحروف کے خیال میں اگر پنجاب کے تمام لوگ ہی اردو کو اختیار کرلیں، تو ان کا لسانی نقصان ہرگز نہ ہوگا۔ اردو اور پنجابی دونوں ہی مسلمانوں کی زبانیں ہیں اور آپس میں بہت حد تک ملتی جلتی ہیں۔ مگر اردو نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ زبان ہے۔ اس میں جس قدر ترقی اب تک ہوچکی ہے، پنجابی کو اس سطح پر لانے کے لئے سو سال سے بھی زیادہ درکار ہیں۔ جس طرح مصر، مراکش، الجزائر کے لوگوں نے عربی زبان کو اختیار کرکے نقصان کا سودا نہیں کیا تھا، اس طرح اہل پنجاب میں اُردو زبان، جو کہ فی الواقع ان کی اپنی زبان ہے، کو اپنا کر کسی گھاٹے کا سودا نہیں کریں گے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ راقم الحروف کی مادری زبان اردو نہیں ہے، اس لئے یہ تجویز کسی ذاتی لسانی تعصب کے زیر اثر پیش نہیں کی جارہی۔

۱۴۔ اشتراک کی بات کرنے والے پنجابی سکھ اس سیاسی تفریق کے خود ذمہ دار ہیں: پنجابی کانفرنس کے مقررین نے مغربی اور مشرقی پنجاب کے درمیان دیوار قائم ہوجانے کا بہت ماتم کیا۔ ایک خاتون مقرر نے تو راوی اور ستلج کے خشک ہونے کا نوحہ بھی پڑھا۔ بعض نے کہا دیوارِ برلن گرسکتی ہے تو پنجاب کی تقسیم کی دیوار کیوں نہیں گرائی جاسکتی۔ پاکستان دشمنی پر مبنی اس مطالبے کی پاکستانی اخبارات میں بجا طور پر شدید مذمت کی گئی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ پنجاب کو کانگریس اور اکالی دل کے شدید اصرار پر تقسیم کیا گیا، مسلم لیگ نے اس کی شدید مزاحمت کی۔ قائداعظم نے تقسیم شدہ پنجاب کو 'دیمک زدہ' تک کہا۔ انہوں نے سکھوں کو پنجاب میں ہر طرح کے حقوق کی یقین دہانی کرائی مگر انہوں نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی 'روزنِ دیوار سے' میں اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ایک پنجاب کی بات کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں خود بھارتی پنجابیوں نے اس ضمن میں قائداعظم کی پیش کش رد کردی تھی۔ اس کے بعد بھارتی پنجاب کی سرحدیں بھی سکڑنا شروع ہوئیں اور اسے کئی حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ جہاں تک پاکستانی اور بھارتی پنجابیوں کے ایک ہونے کا تعلق ہے، اس ضمن میں عملی صورتحال یہ ہے کہ لاہور سے دلی جانے والی بس کے مسافروں کو مشرقی پنجاب کے کسی شہر میں بس سے اُترنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ پاکستانی پنجابیوں بلکہ پاکستانیوں کو بھارتی پنجاب کے کسی شہر کا ویزا نہیں دیا جاتا اور اگر کسی 'خوش قسمت' کو یہ ویزا مل جائے تو بھارتی خفیہ ایجنسیوں کے لوگ اس پر اس طرح کڑی نظر رکھتے ہیں جیسے وہ کوئی دہشت گرد ہو۔ پاکستان صدیوں کے تاریخی عمل سے وجود میں آیا ہے جو تاریخ کا پہیہ اُلٹا پھیرنا چاہتے ہیں وہ ترقی پسند نہیں رجعت پسند ہیں۔'' (جنگ: ۱۸/اپریل)

پنجاب کی تقسیم کو دیوارِ برلن قرار دینا قیاس مع الفارق ہے۔ دیوارِ برلن تو اینٹ روڑے کی بنی ہوئی مصنوعی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اور عارضی دیوار تھی جو کہ سوویت یونین نے مسلط کی تھی۔ مگر مشرقی اور مغربی پنجاب کے درمیان نظریاتی دیوار حائل ہے۔ جو قابل مشاہدہ نہیں ہے مگر اسے توڑا نہیں جاسکتا۔ سکھ اگر آج اپنی ماضی کی حماقتوں کی سزا بھگت رہے ہیں تو اس میں پاکستان کا کیا قصور ہے۔ سکھ لیڈر مشرقی پنجاب کی تقسیم کو تو نہ روک سکے مگر وہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جغرافیائی سرحدوں کو گرانے کا شرانگیز مطالبہ ضرور کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پاکستانی پنجاب سے کانفرنس میں شریک بعض مقررین نے بھی 'دیواریں گرانے' کی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ روزنامہ نوائے وقت، انصاف، اور دیگر اخبارات نے اپنے اداریوں میں اس اشتعال انگیزی کا سخت الفاظ میں نوٹس لیا۔

۱۵۔ پنجابی کانفرنس، اصل ادیبوں کو نظر انداز کرنے کی سازش: پنجابی کانفرنس میں جن 'دانشوروں' کو ایوارڈ دیئے گئے، ان کی پنجابی زبان وادب کے لئے خدمات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کانفرنس میں شریک ہونے والے خواتین وحضرات کی کثیر تعداد ایسی تھی جو سرے سے ادیب کہلانے کے مستحق ہی نہیں ہیں۔ طاہرہ مظہر علی خان اور عاصمہ جہانگیر کو نہ جانے پنجابی زبان وادب کی کس 'خدمت' کے نتیجے میں ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ۱۶/ اپریل ۲۰۰۱ء کے روزنامہ نوائے وقت میں نمایاں سرخی کے ساتھ یہ رپورٹ شائع ہوئی کہ

''پنجابی کانفرنس میں پاکستان اور بھارت کے بیشتر اصل قلم کار شریک نہیں ہوئے۔ شرکا میں سے زیادہ تر صاحبِ تصنیف نہیں۔ بیشتر نوجوان ہیں جن کی ادبی حیثیت مسلمہ نہیں۔ بزعم خود دانشور قرار دینے والے نوجوانوں کا کہنا ہے کہ وہ ماں بولی کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ بھارت سے آنے ولے وفد میں نوجوان لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ یہ نوجوان لڑکیاں پاکستانی نوجوانوں کی نگاہوں کا مرکز بنی رہی ہیں۔''

اس کانفرنس کا پردھان فخر زماں بھی محض اوسط درجے کا پنجابی شاعر ہے۔ عطاء الحق قاسمی لکھتے ہیں:

''پاکستانی پنجاب کے ان نوے فیصد ادیبوں نے کانفرنس کا بائیکاٹ کیا جن کی ساری عمر پنجابی زبان اور ادب کے فروغ کی جنگ لڑتے گزری ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پنجابی قومیت بلکہ قوم کا نعرہ وہ افراد لگاتے ہیں جو اپنے گھروں میں تو پنجابی میں بات نہیں کرنے دیتے۔'' (جنگ ۱۸/اپریل)

ہفت روزہ 'تکبیر' نے بھی رپورٹ کیا:

''اس کانفرنس میں پنجابی زبان کے ماہرین یا حقیقی مصنّفین نے شرکت نہیں کی بلکہ بھارت سے جو لوگ آئے ہیں ان میں ڈاکٹرز، انگریزی اور سنسکرت کے پروفیسرز، تاجر، اداکار خواتین کے علاوہ چندی گڑھ آرٹس کونسل کے شعبۂ ڈانس کی طالبات شامل ہیں۔'' (تکبیر، ۲۵/اپریل)

پاکستانی سفارت خانہ اس معاملے میں غفلت کا مرتکب ہوا ہے۔ آخر ان لوگوں کو ویزے کیوں جاری کئے گئے جن کا پنجابی زبان وادب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ نوجوان بھارتی رقاصاؤں کی اس قدر کثیر تعداد کی آمد پر بعض محبِّ وطن حلقوں نے شکوک کا اظہار کیا ہے کہ انہیں باقاعدہ جاسوسی کے لئے پاکستان بھیجا گیا ہے۔

۱۶۔ پنجابی کانفرنس کا واحد ایجنڈا وطن اور اسلام دشمنی ہے! عالمی پنجابی کانفرنس میں نظریۂ پاکستان، تقسیم اور جہاد کشمیر کے خلاف کی جانے والی تقریروں پر پنجابی ادبی تنظیموں نے شدید ردّعمل کا اظہار کیا۔ پنجابی ادبی پریوار، ادارہ پنجابی لکھاریاں، پنجابی ادبی بورڈ نے پنجابی کانفرنس کے انعقاد کو پاکستان کے خلاف گہری سازش قرار دیتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ کانفرنس کے منتظمین کے خلاف غداری کا مقدمہ درج کرکے کانفرنس کے انعقاد پر

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



اٹھنے والے اخراجات کی چھان بین کی جائے۔(نوائے وقت:۱۶/اپریل)

پنجابی زبان کے نامور محقق اور استاد ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے پنجابی کانفرنس کے متعلق اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''پنجاب اور پنجابی کے سلسلہ میں اس طرح کی آوازیں ۱۹۶۱ء، ۱۹۶۲ء میں بھی اٹھی تھیں اور نظریۂ پاکستان کے خلاف تصورات کی بنیاد پر رائٹرز گلڈ کی پنجابی شاخ کو ختم کردیا گیا تھا۔ اب یہ آواز ایسے وقت میں بلند کی جارہی ہے جب سندھ میں علیحدگی پسند عناصر سرگرمِ عمل ہورہے ہیں۔ ان حالات میں محبّ وطن حلقوں کو آگے آنا چاہئے۔'' (حوالہ، ایضاً)

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ پنجابی کے سابق چیئرمین ڈاکٹر شہباز ملک نے کہا کہ

''پنجابی زبان کو نظریۂ پاکستان کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس پنجابی کانفرنس کو کسی طرح بھی نمائندہ کانفرنس قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کانفرنس کی حیثیت نام نہاد ترقی پسندوں کے ناکام شعر کے سوا کچھ نہیں۔''

پنجابی کے دانشور اور کالم نگار سید سبط الحسن ضیغم نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ

''عالمی پنجابی کانفرنس انڈین سپانسرڈ پروگرام ہے۔ اس کے انعقاد سے پنجابی زبان و ادب کی کوئی خدمت نہیں کی جارہی۔'' (حوالہ ایضاً) جناب عطاء الحق قاسمی کے بقول:

''یہ 'برگر فیملی' کے لوگ ہیں اور 'ٹریک ٹو' پالیسی کے تحت خدمات انجام دے رہے ہیں''

پنجابی زبان و ادب کے مذکورہ بالا جید دانشوروں کے خیالات اہل پنجاب کے دل کی آواز ہیں، مارکسٹ دانشوروں کی ایک پاکستان دشمن متحرک اقلیت کو پنجاب کی نمائندگی کا کوئی حق حاصل نہیں، نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایسے ملک دشمن عناصر کی طرف سے منعقد کی گئی کانفرنس کو پاکستانی ٹیلی ویژن نے بھرپور 'کوریج' دی۔ ہمارے انگریزی اخبارات تو اب تک اس پر مسلسل مضامین شائع کررہے ہیں۔

۱۷۔ محبّ وطن تنظیموں کی طرف سے کانفرنس کی چھان بین کا مطالبہ: روزنامہ 'انصاف' کی رپورٹ کے مطابق ملک کی ۱۲ مذہبی جماعتوں نے عالمی پنجابی کانفرنس کو ملکی سالمیت، اسلام، نظریۂ پاکستان اور علما کے خلاف سازش قرار دیتے ہوئے منتظمین کے خلاف غداری اور اسلام دشمنی کا مقدمہ دائر کرنے کے لئے کمیٹی تشکیل دے دی۔ علماء نے اپنے احتجاجی بیان میں کہا کہ پنجابیت کو فروغ دینے والے عناصر نظریۂ پاکستان، دوقومی نظریہ، قائداعظم اور علامہ اقبال کے نظریات کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ جماعت اسلامی کے راہنما جناب لیاقت بلوچ نے کہا کہ پنجابی کانفرنس نے فتنہ برپا کردیا ہے جسے دینی جماعتیں کامیاب نہیں ہونے دیں گی، مولانا معین الدین لکھوی نے کہا کہ ہمیں متحد ہوکر اسلام اور وطن کے خلاف اندرونی و بیرونی عناصر کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ علماء نے کہا کہ بھارتی بالادستی قائم کرنے کیلئے پاکستان میں را کے ایجنٹ پیدا ہوگئے ہیں۔ بھارت کی ثقافت وتہذیب اسلام اور وطن عزیز کے لئے زہر قاتل ہے۔(۲۰/اپریل)

علماء اور دینی جماعتوں کی طرف سے پنجابیت کے فتنہ کا بروقت نوٹس لینا قابل تحسین امر ہے، مگر بات محض اخباری بیانات تک محدود نہیں رہنی چاہئے۔ لاہور شہر میں چار دن تک پنجابی کانفرنس والوں نے ہنگامہ برپا کئے رکھا۔ دینی سیاسی جماعتوں کو ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے خلاف دوسرے دن ہی مظاہرہ کرنا چاہئے تھا۔ ان

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com



جماعتوں کو چاہئے تھا کہ راست اقدام اٹھاتے ہوئے اس 'شرابی کانفرنس' کو ناکام بنا دیتے۔فخر زماں جیسے اشتراکی بالشتیے کو بروقت اس کی اوقات سمجھا دیتے جو ہتھیار اٹھا کر مقابلہ کرنے کی خوامخواہ بدمعاشانہ بڑھکیں لگا رہا تھا۔

لسانی عصبیت کو فروغ دینے والی اس کانفرنس کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے اسلامی جماعتیں محبِّ وطن پنجابی ادیبوں کے تعاون سے لاہور شہر میں قومی سطح کی ایک عظیم الشان کانفرنس کا اہتمام کریں۔ان اخلاقی بزدلوں کی نقل وحرکت اور چلت پھرت کو مسلسل نگاہ میں رکھیں اور ان کی شرانگیزی کی سرکوبی کے لئے بروقت اقدام اٹھانے کی منصوبہ بندی کریں۔

۱۸۔معروف قانون دان ایم ڈی طاہر نے پنجابی کانفرنس کے انعقاد کے خلاف لاہور ہائیکورٹ میں رِٹ دائر کی ہے جس میں اس نے موقف اختیار کیا ہے کہ حکومت قومی نظریے سے منحرف ہوگئی ہے۔رِٹ میں اس واقعہ کی انکوائری کروا کر ذمہ داروں کے خلاف سزا سنانے کی درخواست کی گئی ہے۔درخواست گزار نے کہا کہ ۱۹۴۷ء میں اغوا کی گئی پچاس ہزار عورتیں اب بھی سکھوں کے گھروں میں بس رہی ہیں جنہیں سکھ ۱۹۴۷ء میں زبردستی اٹھا کر لے گئے تھے۔لاکھوں مسلمان عورتوں کو برہنہ کرکے انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔پنجابی کانفرنس کے ذریعے پنجاب کو ملک کے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں اُبھارنے اور لڑانے کی مکروہ سازش کی گئی ہے۔حکومت ہندوؤں کی مخالفت برائے مخالفت میں مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھانے والے سکھوں سے پیار کی پینگیں بڑھانے کے چکر میں بنیادی قومی نظریے سے انحراف کی مرتکب ہوئی ہے۔(انصاف: ۲۰/اپریل) نجانے اس رِٹ کا انجام کیا ہوگا،مگر درخواست گزار نے جن اُمور کی طرف توجہ دلائی ہے، ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ہم اس سے پہلے تفصیل سے سکھوں کی مسلمانوں سے تاریخی دشمنی کا تذکرہ کرچکے ہیں۔

۱۹۔ کانفرنس کے ہوشربا اخراجات میں عالمی اداروں اور بھارتی حکومت کی مالی امداد، چہ معنی دارد؟ پنجابی کانفرنس کے انتظامات میں پاک انڈیا فرینڈ شپ فورم، انسانی حقوق کمیشن اور دیگر این جی اوز نے بے حد سرگرمی دکھائی۔اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کے مطابق مندرجہ بالا این جی اوز نے اس کانفرنس کے لئے بھاری فنڈز بھی مہیا کئے۔ورلڈ پنجابی فاؤنڈیشن کے چیئرمین بھارت کے مرکزی وزیر سردار سکھ دیو سنگھ ہیں۔ان کی وساطت سے کانفرنس کے انتظامات کے لئے ۲۵ لاکھ روپے اور ورلڈ پنجابی فاؤنڈیشن کینیڈا کے سردار سنتوش سنگھ مندیر نے ۱۰ لاکھ روپے مہیا کئے ہیں۔یہ انکشاف چندی گڑھ آرٹس کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر ہرچرن سنگھ نے کیا۔(تکبیر،نوائے وقت)

مختلف عالیشان ہوٹلوں میں تقریباً ۲۰۰ کمرے بک کرائے گئے،ان میں سے ایک کمرے کا کرایہ ۲۵۰۰ سے ۷۰۰۰ تھا۔ایک تخمینہ کے مطابق کانفرنس پر ۹۰ لاکھ کے لگ بھگ خرچہ اٹھا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ این جی اوز کو پنجابی زبان وادب کی ترقی میں آخر کیا دلچسپی ہوسکتی ہے؟ ابھی چار ماہ پہلے چندی گڑھ میں ایک پنجابی کانفرنس ہوچکی تھی تو صرف چار ماہ کے بعد لاہور میں چوتھی عالمی پنجابی کانفرنس کے انعقاد کی ضرورت کیونکر پیش آ گئی۔کانفرنس سے دو روز قبل طاہرہ مظہر علی خان نے پریس کانفرنس میں دعویٰ کیا کہ پنجابی کانفرنس خطے میں قیامِ امن کی بنیاد بنے گی۔

یہ ذہن نشین رہے کہ گذشتہ ایک سال سے این جی اوز کا 'امن مشن' جاری ہے۔نت نئے وفود آ جارہے ہیں۔ان کا ایجنڈا یہ ہے کہ بھارت کی شرائط پر مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے پاکستان پر دباؤ ڈالا جائے۔اس کانفرنس کا خفیہ ایجنڈا یہی تھا کہ پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب میں لسانی عصبیت کا فساد کھڑا کرکے پاکستان کو

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

عدمِ استحکام کا شکار کیا جائے تاکہ وہ انڈیا کے مقابلے میں جرأت مندانہ طریقے سے کھڑا ہونے کے قابل نہ رہ سکے۔ اس طرح کی کانفرنسوں سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان اور بھارت کے 'دانشور' آپس میں گھل مل گئے ہیں تاکہ کشمیری مجاہدین کے حوصلے پست ہوجائیں۔ انہیں پاکستان کی اخلاقی اور عملی امداد پر سب سے زیادہ بھروسہ ہے۔ اگر پاکستان میں مسئلہ کشمیر کے حل کے بغیر اس طرح 'دوستی اور امن' کی مصنوعی فضا قائم کی جائے گی تو کشمیری یہ سمجھنے پر مجبور ہوجائیں گے کہ پاکستان کی کشمیر پالیسی تبدیل ہوگئی ہے۔ یہ نفسیاتی سرد جنگ کا بے حد خطرناک ہتھیار ہے جو بھارت نہایت چالاکی سے جہادِ کشمیر کو ناکام بنانے کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ آخر بھارت کے ایک مرکزی وزیر کو اس کانفرنس کے لئے ۲۵ لاکھ روپے مہیا کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ بھارت نے دو قومی نظریہ کو کبھی دل سے قبول نہیں کیا۔ دونوں ملکوں کے پنجابیوں کے درمیان لسانی اشتراک کا فسوں کھڑا کرکے بھارت بالواسطہ طور پر دوقومی نظریہ کی بنیادیں ہلا دینا چاہتا ہے۔ اگر پاکستان کی نظریاتی اساس متزلزل کرنے میں بھارت کامیاب ہوجاتا ہے (خاکم بدہن) تو پھر پاکستان کو معاشی عدم استحکام کا شکار کرنا نہایت آسان امر ہوگا۔ ان ساری تفصیلات کو جمع کرنے اور ان کا معروضی تجزیہ کرنے کے بعد اس کا ایک ہی منطقی نتیجہ نکلتا ہے کہ پنجابی زبان وادب کے نام پر منعقد کی جانے والی عالمی پنجابی کانفرنس بلاشبہ وطن عزیز پاکستان کی سالمیت، نظریۂ پاکستان اور اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش تھی۔

آخری گذارش: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے ان فکر انگیز الفاظ پر اپنی بات ختم کرنے کو جی چاہتا ہے جو انہوں نے وطنی قومیت کے علمبردار مسلمانوں کے متعلق ادا کئے تھے:

''ان نادانوں نے نہ اپنی تہذیب کو سمجھا ہے نہ مغربی تہذیب کو۔ اصول اور حقائق ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ وہ محض سطح بین ہیں اور سطح پر جو نقوش ان کو زیادہ نمایاں اور زیادہ خوش رنگ نظر آتے ہیں، انہی پر لوٹ پوٹ ہونے لگتے ہیں۔ ان کو خبر نہیں کہ جو چیز مغربی قومیت کے لئے آبِ حیات ہے، وہی چیز اسلامی قومیت کیلئے زہر ہے جس طرح خدا نے ایک سینے میں دو قلب نہیں رکھے، اسی طرح ایک قلب میں دو قومیّتوں کے متضاد اور متصادم جذبات کو جمع کرنے کی گنجائش بھی نہیں رکھی ہے۔'' (مسئلہ قومیت، ص۳۴)

۲۴/مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں قائداعظم نے طلبہ کو صوبائی تعصب پھیلانے والوں کے مکروہ عزائم سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

''کچھ عرصہ سے بالخصوص آپ کے صوبہ پر حملے میں زیادہ مکارانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ ہمارے دشمن، مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جن میں اب بھی بعض مسلمان شامل ہیں، اس امید پر بڑی سرگرمی سے صوبہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں کہ پاکستان کمزور ہوجائے گا اور پھر اس صوبہ کو مملکت ہندوستان میں ضم کرنے میں آسانی ہوجائے گی۔ جو لوگ یہ کھیل کھیل رہے ہیں وہ درحقیقت جنت الحمقاء میں بس رہے ہیں۔ اس مملکت کے مسلمانوں کی یکجہتی کو زک پہنچانے اور لوگوں کو قانون شکنی پر اکسانے کیلئے روزانہ چھوٹے پراپیگنڈہ کا ایک سیل رواں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

میرے نوجوان ساتھیو! آپ ان غداروں سے خبردار رہیں جو ہماری صفوں میں موجود ہیں۔ ان خود غرضوں سے ہوشیار رہیں اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔''

ایک دانشور کے یہ الفاظ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں:

''وطنی قومیت کی دعوت، محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی عین ضد ہے!!'' ☆☆